ملک برائے فروخت





علیم الحق حقی

ملک برائے فروخت

علیم الحق حقی

علم و عرفان پبلشرز

34۔ اردو بازار، لاہور، فون: 7232336 فیکس: 7352332

www.ilmoirfanpublishers.com. E-mail: ilmoirfanpublishers@hotmail.com

انتساب!

کمزور حافظے کی مالک

عوام کے نام

جہاز کو ٹیک آف کیے کچھ دیر ہوگئی تھی۔ جگدیش کا سامان کسٹم کے مراحل سے گزر رہا تھا۔ ''باہر کار آپ کی منتظر ہے باس۔'' اس کے سیکرٹری نے اُسے بتایا۔ اُس نے سیکریٹری کی طرف دیکھے بغیر سر کو تفہیمی جنبش دی اور بہ دستور کسٹم آفیسر کو دیکھتا رہا، جو اُس کے سامان کی تلاشی لے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے سامان سمیت ائر پورٹ کی عمارت سے باہر آیا۔ قلی نے اُس کا سامان کار کی ڈکی میں رکھا شوفر نے اُس کے لیے عقبی دروازہ کھولا اور وہ عقبی نشست پر نیم دراز ہوگیا۔ ''مالک صاحب گاندھی کلب میں آپ کے منتظر ہیں جناب۔'' شوفر نے بتایا۔ جگدیش نے سر ہلا دیا۔ اُس نے اب تک کسی سے کوئی بات نہیں کی تھی۔

دس منٹ کے بعد کار گاندھی کلب کے دروازے کے سامنے رُکی جہاں مالک پہلے ہی سے موجود تھا۔ وہ جلدی سے جگدیش کے برابر آبیٹھا۔ کار آگے بڑھ گئی۔

''سبھاش صاحب کا کیا حال ہے؟'' جگدیش نے مالک سے پوچھا، وہ یہ بات کبھی نہیں سمجھ سکا تھا کہ مالک، سبھاش کا سیکریٹری ہے، مالیاتی مشیر ہے یا باڈی گارڈ۔ شاید وہ تینوں کام کرتا تھا۔

مالک کچھ دیر سوچتا رہا۔ ''گزشتہ چھ ماہ میں درجنوں ڈاکٹر اُن کا معائنہ کر چکے

ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ باس کم از کم دس سال اور جئیں گے۔'' بالآخر اس نے کہا۔

''اور اس میں پانچ سال قوت ارادی کے بھی شامل کر لو۔'' جگدیش نے ہنستے ہوئے کہا۔'' لیکن سہاش کا کہنا ہے کہ وہ بیمار ہیں۔''

''میرے خیال میں تو وہ ٹھیک ٹھاک ہیں۔''

''میری ملاقات ہوگی اُن سے؟''

''یقیناً۔انہوں نے آپ کو اسی لیے بلایا ہے۔''

''تمہیں کام کی نوعیت کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟'' جگدیش نے پوچھا۔

''بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس سے بڑا کاروباری معاملہ اب تک نہیں نمٹایا گیا ہوگا۔اس کا ثبوت یہ ہے کہ اُنہوں نے اس کے متعلق مجھے کچھ نہیں بتایا۔'' مالک نے جواب دیا۔

جگدیش سوچتا رہا چند منٹ بعد کار سہاش گپتا کی سلطنت میں داخل ہوئی، جو بے حد وسیع و عریض تھی۔سہاش گپتا کو کاروباری حلقے بڑے مشکوک لہجے میں ارب پتی قرار دیتے تھے۔اس کی یہ وجہ نہیں تھی کہ اُنہیں اُس کے ارب پتی ہونے میں شک تھا۔بات صرف اتنی سی تھی کہ سہاش گپتا کی دولت کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔وہ دُنیا کے دس امیر ترین افراد میں سے ایک تھا۔

شوفر کار روکتے ہی پھرتی سے نیچے اُترا اور عقبی دروازہ کھول کر مؤدب کھڑا ہو گیا۔وہ دونوں کار سے اُترے! میں آپ کو فوری طور پر باس کے پاس لے چلوں گا۔'' مالک نے کہا۔

جگدیش، سہاش سے ایک سال بعد ملا تھا۔اُسے دل ہی دل میں اعتراف کرنا پڑا کہ سہاش کی صحت پہلے کے مقابلے میں بہتر لگ رہی ہے۔ڈاکٹروں کی بات پر یقین نہ کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔سہاش کی آنکھوں میں زندگی بھی تھی اور وہ اضطراب بھی، جو اُسے ہر وقت کچھ نہ کچھ کرتے رہنے پر مجبور کرتا تھا۔وہ نہ صرف یہ کہ صحت مند دکھائی دے رہا تھا بلکہ اُسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اُس کی عمر 72 سال ہے۔وہ بستر پر دراز تھا جگدیش بستر کے برابر رکھی ہوئی کرسی پر ٹک گیا۔کمرے کا دروازہ بند تھا لیکن اس کے باہر دو مسلح باڈی گارڈ موجود تھے۔

''کیسے ہو جگدیش؟'' جگدیش کے بیٹھتے ہی سہاش نے پوچھا۔

''میں ٹھیک ہوں، آپ سنائیے۔''

''ڈیڑھ سال پہلے جو اٹیک ہوا تھا، اُس نے میری رفتار کم کر دی ہے۔میں زیادہ دیر بات نہیں کر سکتا، اس لیے وقت ضائع نہیں کروں گا۔میں نے ایک بار تم سے کہا تھا کہ ہم کبھی نہ کبھی کسی بڑے کام میں اشتراک ضرور کریں گے۔اب اس کا وقت آ گیا ہے۔''

جگدیش نے اُس کو بہت غور سے دیکھا، وہ اُس کا آئیڈیل تھا ایک لمحہ کو اُس نے سوچا کہ کیا وہ بھی زندگی کے آخری ایام سہاش کی طرح گزارے گا۔کیا اس کے نزدیک بھی کاروبار، اَن تھک کام اور رقومات کے اعداد کے علاوہ دُنیا کی کسی چیز کی اہمیت نہیں رہے گی، پھر اُس نے یہ خیالات ذہن سے جھٹک دیے۔'' کام کی نوعیت تو بتائیے۔'' اُس نے کہا۔

''میں پس منظر سے شروع کروں گا۔یہ اعداد شمار میرے اسٹاف نے مرتب کیے ہیں۔میری اور تمہاری کمپنی سمیت 62 کمپنیاں ایسی ہیں، جو دنیا بھر کے چالیس فیصد اثاثوں کی مالک ہیں۔

جگدیش نے ایک لمحے اس بیان پر غور کیا۔یہ شماریاتی تجزیہ وہ پہلے بھی سن چکا تھا۔

''ہم وہ بدنصیب لوگ ہیں جو طاقت ور ہیں، اس کے باوجود ہمارے ساتھ حکومتوں کا رویہ اچھا نہیں ہے۔ہم محنت کرتے ہیں، سرمایہ لگاتے ہیں، لوگوں کو روزگار فراہم کرتے ہیں۔ناکامی کا خطرہ اور ناکامی ہماری ہوتی ہے، جبکہ کامیابی کا بڑا حصہ ہم سے ٹیکس کے نام پر چھین لیا جاتا ہے۔یہ نہیں سوچا جاتا کہ اس کے کتنے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ہم جیسے لوگ سرمایہ کاری کے بجائے سوئٹزر لینڈ کے بینکوں میں کھاتے کھولنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور یوں کمیونسٹوں کی بن آتی ہے۔میں صنعت اور کاروبار میں نئے تجربے کیوں کروں؟ جبکہ مجھے علم ہے، میرا بیشتر منافع حکومت چھین لے گی۔''

جگدیش سوچتا رہا۔وہ سہاش کی ہر بات سے متفق تھا۔سہاش کو اپنے باپ سے ترکے میں تو لاکھ روپے ملے تھے۔چالیس سال کے عرصے میں اُس نے اپنی ذہانت کے بل پر اُس سرمائے کو کہاں کا کہاں پہنچا دیا تھا۔اُس نے ہر کام میں تجربے کیے تھے۔فلم انڈسٹری میں بھی دلچسپی لی تھی۔ملک کی سب سے باصلاحیت اداکارہ اسی کی دریافت تھی اور وہ فلم اُس نے خود ہی ڈائریکٹ کی تھی۔

''اب صورت حال اتنی بگڑ گئی ہے کہ ہمیں معمولی منافع کے لیے بھی سخت جدوجہد

کرنا پڑتی ہے۔'' سبھاش گپتا کہہ رہا تھا۔''اور اب حکومت ٹیکس سے بچنے کے تمام ذرائع ختم کرنے پر تل گئی ہے ساری دنیا کا یہی حال ہے۔عنقریب انکم ٹیکس کے مشیروں پر پابندی لگا دی جائے گی تاکہ ہمارے لیے رہے سہے منافع کا دفاع بھی ناممکن ہو جائے لیکن ایک پہلو پر کسی نے نہیں سوچا ہم اپنے اثاثے...... اپنا تمام کاروبار اور صنعتیں اپنے اپنے ملکوں سے کہیں اور منتقل کر سکتے ہیں اور یہ اقدام غیر قانونی بھی نہیں ہوگا۔سوال یہ ہے کہ یہ ممکن تو ہے لیکن ہم جائیں گے کہاں۔چنانچہ تمہارا ایک ملک خریدنے کے بارے میں کیا خیال ہے؟ میں ایسے ملک میں منتقلی کی بات نہیں کر رہا ہوں، جہاں ٹیکس کے نام پر ظلم نہ توڑا جاتا ہو۔میں سچ مچ کے ملک کی بات کر رہا ہوں۔ہم ایک ملک مکمل خرید لیں۔اس طرح ملک کا نظام ونسق،اُس کی اسمبلی، اُس کی فوج سب کچھ ہمارا ہو پھر ہم اپنا سب کچھ وہاں منتقل کر دیں۔اس صورت میں ہم اس استیصال سے بچ سکتے ہیں، جو ٹیکس کے نام پر کیا جاتا ہے۔''

''کیا مطلب ہے آپ کا؟ کوئی ملک خریدا بھی جاسکتا ہے......مکمل ملک......انتظامیہ اور فوج سمیت!''جگدیش نے بڑے تحمل سے پوچھا۔اُس کے خیال میں بڑے میاں کا دماغ چل گیا تھا۔

''ہاں،ایسا ایک ملک موجود ہے۔جنوبی امریکا کا ملک نکاراگوا۔''

''یہ کیسے ممکن ہے؟''

''میں جو بتا رہا ہوں تمہیں۔'' سبھاش نے چڑ چڑے پن سے کہا۔

''کیسے اور کتنے میں؟''

''تین ارب ڈالر میں۔ایک ارب ڈالر فوری طور پر اور باقی دو ارب پانچ سال کے عرصے میں ادا کرنے ہوں گے۔''

''یقین نہیں آتا۔''

''نکاراگو بہت عرصے سے برائے فروخت ہے۔میں تمہیں اس کی تاریخ اور جغرافیے کے متعلق بتاتا ہوں۔وہ وسطی امریکا کا سب سے بڑا ملک ہے۔آبادی بیس لاکھ کے لگ بھگ ہے۔1936ء سے اُس کی باگ ڈور سموزا فیملی کے ہاتھوں میں ہے۔سموزا کو بیس سال کی حکمرانی کے بعد 1956ء میں قتل کر دیا گیا تھا۔اُس کے بعد اُس کا بڑا بیٹا حکمران ہوا اور اب اس کا چھوٹا

بیٹا جنرل انٹونیو ملک کا سربراہ ہے۔وہ اقتدار ہماری کسی کٹھ پتلی کو سونپ کر ملک سے باہر جانے کو تیار ہے۔یقین کرو،یہ مستند صورتِ حال ہے۔''

''خریدنے والے کو تین ارب ڈالر کے عوض ملے گا کیا؟''

''سب کچھ...... پورا ملک،فوج کا سربراہ،انتظامیہ کا سربراہ،سب ہمارے نامزد کیے ہوئے ہوں گے۔اسمبلی ہماری مرضی کا آئین نافذ کرے گی۔اقوام متحدہ میں ہمارا نامزد کردہ آدمی ملک کی نمائندگی کرے گا۔جتنے عرصے میں ہم یہ تبدیلیاں کریں گے، جنرل انٹونیو بہ دستور ملک کا نظام چلاتا رہے گا۔حسب سابق،آہنی ڈنڈے کے زور پر۔''

جگدیش نے اعتراضات سوچنے کی کوشش کی لیکن سب کچھ اس قدر اچانک سامنے آیا تھا کہ اُس کا ذہن کام ہی نہیں کر رہا تھا۔وہ یہ بھی جانتا تھا کہ سبھاش کمزور بنیاد پر کبھی کوئی بات نہیں کرتا۔

حکومتیں ٹیکس میں بچت کی روک تھام کر سکتی ہیں۔وہ ایک ایسے ملک کو نہیں مٹا سکتیں، جو اقوام متحدہ میں نمائندگی رکھتا ہو، جو وسطی امریکا کی سیاست میں اہم ترین حیثیت کا حامل ہو۔''سبھاش نے مزید کہا۔

''جنرل انٹونیو سے مذاکرات کہاں تک پہنچے ہیں؟''جگدیش نے دریافت کیا۔

''ابھی شروع ہوئے ہیں۔میرا رابطہ دُنیا کے نو بڑے سرمایہ داروں سے بھی ہے، وہ بھی اس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔''

''بات کہاں تک پہنچی؟''

''تمام عناصر اکٹھا کر لیے گئے ہیں۔اب اُنہیں یکجا کرنا ہے۔میں نے اس سلسلے میں بھی اپنے نو دوستوں سے بات کی ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ عناصر کو یکجا کرنے کا کام تم کرو۔''

''میں!''جگدیش کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔



ٹھیک چھ بجے جگدیش نیو یارک کے لیے روانہ ہو گیا۔سبھاش نے سات بجے مشہور زمانہ ارب پتی اوناسس کو فون کیا''اوناسس، ہمارا دوست کام کرنے پر راضی ہو گیا ہے، لاطینی امریکا والے سلسلے میں۔''

"بہت خوب، اگر بات بن سکتی ہے تو اب یقیناً بن جائے گی۔" اوناسس کی آواز سنائی دی۔

"بات یقیناً بنے گی، نہ بننے کی کون سی بات ہے اس میں۔"

"دیکھیں گے۔"

سبھاش نے ریسیور رکھتے ہوئے اوناسس کے رویے کے بارے میں سوچا کہ اوناسس کے عدم یقین کا سبب معاہدے کی پیچیدگی ہے یا اُسکے ذہن میں یہ بات ہے کہ عناصر کی یکجائی تک جگدیش زندہ ہی نہیں رہے گا۔



"وہ نہیں آئے گا۔" موٹے آدمی نے اپنے دونوں ساتھیوں کو بہ غور دیکھتے ہوئے کہا۔ اُن کے نقوش اُنہیں لاطینی امریکا کا باشندہ ثابت کرتے تھے۔ اُسے اُن پر اعتماد نہیں تھا۔ اس کے خیال میں لاطینی امریکا کے لوگ اس قابل نہیں ہوتے تھے کہ اُن پر اعتماد کیا جا سکے۔ "میں جانتا تھا۔" اُس نے کار سے باہر صحرا میں دیکھتے ہوئے کہا اور اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھنے لگا۔

وہ جس کار میں پام اسپرنگز آئے تھے، چوری کی تھی۔ اُنہیں جس شخص سے ملنا تھا، وہ لوئیسیانا کا رہنے والا تھا۔ موٹے شخص نے اس کے بارے میں خاصی تحقیق کی تھی۔ مطلوبہ شخص ہرفن مولا قسم کا آدمی تھا اور اب تک کئی پیشے بدل چکا تھا۔ وہ جو چیز فروخت کرنا چاہتا تھا، ناقابل یقین تھی لیکن تحقیق پر اُس کے ہر دعوے کی تائید ہوئی تھی۔ اُس نے فون پر کہا تھا کہ وہ فہرست اپنے ساتھ نہیں لائے گا کیونکہ پہلے قیمت کے سلسلے میں بات ہونا چاہیے۔ موٹے کا خیال تھا کہ ہدف نے یقیناً خطرہ بھانپ لیا تھا

وہ یہاں تک اُس شخص کے بنائے ہوئے نقشے کے مطابق پہنچے تھے، جسے یہاں اُن سے ملنا تھا۔ یہ علاقہ ہالٹ ڈیزرٹ کہلاتا تھا۔ وہ اس جھونپڑی تک پہنچ گئے تھے، جس پر اُن کے ہدف کا نقشے میں "ضرب" کا نشان بنایا تھا۔ اس سفر کے لیے وہ کار نا مناسب تھی جو اُنہوں نے چرائی تھی۔ تاہم وہ کسی نہ کسی طرح پہنچ ہی گئے تھے۔ البتہ کار کی حالت بے حد خستہ ہوگئی تھی۔

"وہ نہیں آئے گا۔" موٹے نے پھر کہا اور جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنے

ریوالور کو چھوا۔ "بس ہم دس منٹ اور انتظار کریں گے۔" اُن نے غرا کر کہا۔ اُسے رہ رہ کر غصہ آرہا تھا۔ اپنے ہدف پر بھی اور دونوں ساتھیوں پر بھی، جو اُس کے ساتھی ہرگز نہیں تھے۔ اُنہوں نے اُس کی خدمات حاصل کی تھیں۔ اُس نے تین ہفتے اُس ہدف کو تلاش کرنے اور اُس کا پس منظر معلوم کرنے میں گنوائے تھے اور ابھی تک اُسے معاوضے کے وعدوں کے سوا کچھ نہیں ملا تھا۔

"وہ دیکھو۔" رائفل بردار نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے ہیجانی لہجے میں کہا۔

دور بہت دور جگنو سے جمع رہے تھے جو یقیناً کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس تھیں۔ پانچ منٹ بعد فاصلہ کم ہونے پر اُنہیں احساس ہوا کہ وہ ایک ٹرک ہے۔ موٹے نے رائفل بردار کو اشارہ کیا۔ وہ گردو پیش کی تاریکی میں گم ہوگیا۔ موٹا اپنے دوسرے ساتھی کی طرف مڑا......

"تیار ہو جاؤ، مچھلی آرہی ہے جال میں۔"

ٹرک اُن سے پچاس فٹ دور رک گیا۔ اُس میں سے ایک شخص برآمد ہوا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔

موٹا کار کے بونٹ پر ٹک گیا۔ "تم بین ہو؟" اُس نے نووارد سے پوچھا۔ نووارد نے اثبات میں سر ہلایا۔ "جلدی بتاؤ، کتنی قیمت لوگے اور ادائیگی کا کیا طریقہ ہوگا۔ فہرست کہاں ہے اور یہ تم نے پستول کیوں تان رکھا ہے؟"

نووارد کو جواب دینے کا موقع نہیں ملا۔ تاریکی میں چھپا ہوا رائفل بردار بہت تیزی سے حرکت میں آیا تھا۔ رائفل کی نال نووارد کی گردن سے ٹک گئی۔ "ہلنا مت۔" اُس نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر نووارد کا پستول چھین لیا۔

موٹا اپنے ساتھی کے ساتھ نووارد کی طرف بڑھا۔ اتنی دیر میں بین نامی نووارد نے خود کو سنبھال لیا تھا۔ "یہ بتادوں کہ میں نے آتے ہوئے پولیس کو کال کر دیا تھا کہ میں صحرا میں بھٹک گیا ہوں۔" اُس نے کہا۔ "وہ زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے میں یہاں پہنچ جائیں گے۔ جو بات کرنی ہے، جلدی سے کرلو۔"

موٹے نے لپک کر ٹرک کا جائزہ لیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر سی بی ریڈیو موجود تھا۔

"جلدی سے کار میں بیٹھو۔ پولیس والے یہی سمجھیں گے کہ یہ اُن کی طرف سے مایوس ہو کر لفٹ لے کر چل دیا ہے۔" اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

رائفل بردار نے بین کو کار طرف دھکیلا۔اُس کا دوسرا ساتھی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔کار چل دی۔ وہ آدھا میل دور گئے ہوں گے کہ حادثہ ہوگیا۔درحقیقت راستے کے دونوں اطرف چٹانیں تھیں اور بعض مقامات پر راستہ بے حد تنگ تھا۔دوسری طرف اُنہیں جلدی تھی۔ ڈرائیور نے کار کو ایک سمت چٹان سے بچانے کی کوشش کی نتیجہ یہ نکلا کہ وہ دوسری جانب والی چٹان سے ٹکرا گئی۔ وہ سب ایک دوسرے پر جا پڑے اور چیخنے چلانے لگے۔سب سے پہلے موٹا سنبھلا۔ڈرائیور اپنی ناک سنبھالے ہوئے تھا۔جس سے خون جاری تھا لیکن سب سے زیادہ مشکل میں اُن کا قیدی تھا۔وہ بے ہوش ہوگیا۔چٹان دروازے سے ٹکرائی تھی اور دروازہ کم از کم ایک فٹ دھنس گیا تھا۔شاید قیدی نے سنبھلنے کے لیے اپنا دایاں پاؤں پھیلایا ہوگا۔اُس کا پاؤں سیٹ کے فریم میں پھنسا ہوا تھا۔اُس کے علاوہ اس کا سر بھی دروازے سے ٹکرایا تھا۔وہ فوراً ہی بے ہوش ہوگیا تھا۔

''کار اسٹارٹ کرنے کی کوشش کرو۔'' موٹے نے کراہتے ہوئے ڈرائیور سے سخت لہجے میں کہا۔

ڈرائیور نے کوشش کی لیکن انجن چند لمحے کھانسنے کے بعد خاموش ہوگیا۔''یہ تو گئی۔'' ڈرائیور نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

''نکلو یہاں سے اور ٹرک کی طرف چلو۔'' موٹے نے حکم دیا۔

ڈرائیور کوٹ کی آستین سے خون آلود ناک پونچھتا ہوا باہر نکلا اور اُس طرف چل دیا، جہاں اُنہوں نے ٹرک کو چھوڑا تھا۔موٹا شخص اور رائفل بردار پانچ منٹ تک اپنے قیدی کو کار کے دروازے اور سیٹ کے فریم کی گرفت سے آزاد کرانے کی کوشش کرتے رہے لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔نیچے خون کا اچھا خاصا تالاب بن گیا تھا۔''ہمیں یہیں معلومات حاصل کرنی ہوں گی۔اسے ساتھ لے جانا تو ممکن نہیں ہے۔'' رائفل بردار نے کہا۔

''یہ ہمارے ساتھ جائے گا۔'' موٹے نے چڑ کر کہا اور اپنے کوٹ کی جیب سے چاقو نکال لیا۔



صبح پونے چار بجے پام اسپرنگز پولیس کو پیڈلر نامی ڈاکٹر نے فون کر کے بتایا کہ تین مسلح افراد اُس کے گھر آئے تھے۔اُن کے ساتھ ایک اور شخص تھا جس کی ٹانگ گھٹنے کے نیچے سے کاٹی گئی تھی۔ مسلح افراد نے ریوالور کے زور پر اُسے زخمی کی مرہم پٹی کرنے پر مجبور کیا۔بیس

گھنٹے بعد ہالٹ ڈیزرٹ میں پولیس کو ایک شکستہ کیڈیلاک کار ملی، جس میں ایک کٹی ہوئی ٹانگ موجود تھی۔دو دن بعد بارھویں شاہراہ پر ایک ٹرک ملا جس میں دو لاشیں تھیں۔اُن میں ایک موٹا آدمی تھا۔جیب میں موجود شناختی کاغذات سے ثابت ہوا کہ وہ پرائیویٹ سراغ رساں جیک ہے۔اُسے عقب سے شوٹ کیا گیا تھا۔گولی اُس کی گدی سے پار نکل گئی تھی۔ دوسرے کا نام پارکر تھا۔وہ جگدیش کارپوریشن میں فائلنگ کلرک کی حیثیت سے ملازم تھا۔اس کی دائیں ٹانگ کٹی ہوئی تھی اور اسے بھی شوٹ کیا گیا تھا۔



حارث کو اُس ڈنر پارٹی میں سلوکم لے گیا تھا۔سلوکم بھی پولیس میں رہ چکا تھا لیکن اب محکمہ چھوڑنے کے بعد اُس نے اپنی ڈیٹیکٹیو ایجنسی قائم کرلی تھی۔پارٹی میں ان کے علاوہ بارہ افراد شریک تھے۔ چھ مرد اور چھ عورتیں۔وہ شادی شدہ جوڑے تھے۔تمام مرد جگدیش کارپوریشن کے عہدے دار تھے۔ یہ عجیب بات تھی کہ وہ اُن دونوں کو نظرانداز کررہے تھے۔ حارث نے اس کی وجہ سوچنے کی کوشش کی لیکن ایک ہی بات سمجھ میں آسکی۔شاید جگدیش نے انہیں بتادیا تھا کہ حارث سابق پولیس مین ہے، جس پر گزشتہ سال ستمبر میں مقدمہ چلا تھا، جس کی خبروں کو اخبارات نے بہت اچھالا تھا۔ممکن ہے اُن میں سے کچھ کو وہ مقدمہ یاد ہو اور وہ اُسے ناپسند کرتے ہوں لیکن پھر اُس نے فیصلہ کیا کہ جگدیش اپنے ملازمین سے ایسی باتیں نہیں کرسکتا۔حارث نے وہ سب کچھ ذہن سے جھٹک دیا۔اُسے کسی بات کی پروا نہیں تھی۔

بہرحال کھانا بہت شاندار تھا۔اُس نے ڈٹ کر کھایا۔وہ مسلسل جگدیش کو دیکھتا رہا۔ جگدیش نے ایک بار بھی نظر اُٹھا کر اُسے یا سلوکم کو نہیں دیکھا تھا لیکن اُس نے تو کسی کو بھی نہیں دیکھا تھا پھر اچانک جگدیش اُٹھ کھڑا ہوا۔اس کے ساتھ ہی ڈنر ختم ہوگیا۔''مجھے اُمید ہے، آپ لوگوں کو فلمیں پسند آئیں گی۔'' اُس نے خلیق لہجے میں کہا۔''یہ فلمیں میں نے منتخب کی ہیں۔میں معذرت چاہتا ہوں، مجھے ذرا کام ہے۔'' یہ کہہ کر وہ اُٹھ گیا۔

اس کے جانے کے بعد ایک منٹ خاموشی رہی پھر گفتگو دوبارہ شروع ہوگئی۔بٹلر نے آکر پہلے سلوکم کو اور پھر اُسے مطلع کیا۔''مسٹر جگدیش پانچ منٹ بعد آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔'' پانچ منٹ بعد سلوکم، حارث کو لے کر جگدیش کے اسٹڈی روم کی طرف چلا گیا۔وہ

باہر بیٹھے ہی تھے کہ جگدلیش اسٹڈی روم کے دروازے پر نمودار ہوا۔ اُس نے حارث کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ ''مسٹر سلوکم! اندر آجائیے۔''

اُن دونوں کے عقب میں دروازہ ٹھیک طرح سے بند نہیں ہوسکا تھا۔ حارث اندر ہونے والی گفتگو سُن سکتا تھا۔ ''مجھے اس شخص کے بارے میں بتاؤ۔'' جگدلیش کی آواز اُبھری۔

ستمبر کے اخبارات میں اُس کے متعلق سب کچھ شائع ہو چکا ہے۔ یہ لاس اینجلز پولیس میں پیٹرول مین تھا۔ ایک رات یہ معمول کے مطابق گشت پر تھا۔ اس کا پارٹنر بیمار ہوگیا تھا، اس لیے ایک نیا پیٹرول مین ڈیفرس اس کے ساتھ تھا۔ ڈیفرس درحقیقت نفسیاتی مریض ثابت ہوا۔ آدھی رات کو اُنہیں...... کال موصول ہوئی کہ ایک زیرِ تعمیر عمارت کے پاس ایک چوری کا ٹرک کھڑا ہوا ہے۔ یہ دونوں وہاں پہنچے۔ حارث اپنی کار سے اُترا ہی تھا کہ زیرِ تعمیر عمارت کے اندر سے فائرنگ کی گئی۔ اس کے گھٹنے میں گولی لگی۔ ڈیفرس اُتر کر اندر لپکا۔ اندر کچھ لوگ تھے۔ ریوالور اُن میں سے صرف ایک کے پاس تھا۔ وہ بھی جلد ہی خالی ہوگیا۔ ڈیفرس نے اپنا ریوالور اُن لوگوں پر خالی کر دیا پھر وہ باہر نکلا اور حارث کا ریوالور بھی نکال لے گیا۔ یوں اُس نے آٹھ آدمی ہلاک کر دیے۔ بعد میں ڈیفرس نے یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ حارث کا ریوالور اُس نے استعمال کیا تھا۔ ان دونوں پر مقدمہ چلا۔ آخر میں ڈیفرس کو نفسیاتی اسپتال بھیج دیا گیا۔ جبکہ حارث بری ہوگیا۔''

حارث خاموشی سے سنتا رہا، تقریباً سبھی کچھ ٹھیک تھا۔

''اور تمہارا خیال ہے، یہ مارکوس کو پہچانتا ہے؟'' جگدلیش نے پوچھا۔

''بہت اچھی طرح۔''

''اور اس سے ہٹ کر بھی بتاؤ۔ کیا یہ ہمارے کام کا آدمی ہے؟''

''جی ہاں جناب۔ سب سے بڑی بات یہ کہ ضرورت مند ہے۔ کیس میں بہت اخراجات ہوئے تھے، یہ 33 ہزار ڈالر کا مقروض ہے۔''

کچھ دیر خاموشی رہی پھر جگدلیش کی آواز اُبھری۔ ''ہمارے حساب سے یہ کچھ زیادہ ہی راست عمل تو نہیں ہے؟''

باہر بیٹھا ہوا حارث سوچ میں پڑ گیا۔ کہیں یہ سب کچھ اُسے دانستہ تو نہیں سنوایا

جا رہا ہے۔

''وہ کچھ بھی ہو، ہوتا رہے۔ ہمارے لیے اُسے صرف یہ کرنا ہے کہ ایک آدمی کو پہچاننا ہے۔'' حارث نے سلوکم کا جواب سنا۔

''ٹھیک ہے، اسے اندر لے آؤ۔''

ایک لمحے بعد سلوکم دروازے پر آیا اور اُس نے حارث کو اشارے سے بلایا۔ حارث اسٹڈی میں داخل ہوگیا۔ جگدلیش نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ''مسٹر حارث! تمہیں مسٹر سلوکم کے ساتھ سفر کرنا ہوگا اور ایک آدمی کی نشاندہی کرنا ہوگی۔ تمہیں مسٹر سلوکم نے رقم کی جو آفر کی ہے، وہ تمہارے خیال میں مناسب ہے؟''

''جی ہاں۔'' حارث نے جواب دیا۔

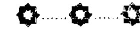
''یہ رقم درحقیقت تین کاموں کے لیے ہے۔ تمہیں ایک شخص کو تلاش کرنا ہے، اس سلسلے میں رازداری برتنی ہے اور سوال کرنے سے پرہیز کرنا ہے۔ میں تمہیں ایک سوال کا جواب بہرحال دوں گا کیونکہ یہ جلد یا بدیر تمہیں ضرور تنگ کرے گا۔ مارکوس، جسے تم تلاش کرو گے، کے بارے میں ہمارے عزائم جارحانہ نہیں ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ تم راست گو، راست قدم ہو۔ اگر ہمارے عزائم مکروہ ہوتے تو ہم تمہارا انتخاب ہرگز نہ کرتے۔ ہم کاروباری لوگ ہیں مسٹر حارث۔ مارکوس کے ذریعے ایک اہم کاروباری معاہدے کی تکمیل ہونی ہے۔ اب بولو، تم ہماری مدد کرو گے؟''

لفظوں سے زیادہ حارث کی توجہ جگدلیش کے چہرے کی طرف تھی۔ پولیس کی تربیت نے اُسے یہی سکھایا تھا کہ لفظوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ اُسے یقین تھا کہ جگدلیش جھوٹ بول رہا ہے، بغیر کسی دشواری کے۔ ''میں مارکوس کو تلاش کرنے کے سلسلے میں پہلے ہی رضامندی ظاہر کر چکا ہوں۔'' اُس نے کہا۔

انٹرویو ختم ہوگیا۔ حارث باہر نکل رہا تھا کہ جگدلیش کی آواز نے اُسے چونکا دیا۔ ''اور یہ کام بہت اہم ہے مسٹر حارث۔ میں ہفتوں یا دنوں میں نہیں، گھنٹوں میں اس کی تکمیل چاہتا ہوں۔'' جگدلیش کا لہجہ سخت تھا۔

''ہم پوری پوری کوشش کریں گے جناب۔'' اس بار سلوکم نے کہا۔

''میں ایک بات بتادوں۔'' جگدیش نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔ ''مجھے اس جملے سے نفرت ہے۔ کوشش پوری ہو یا آدھی، اچھی ہو یا بری، مجھے صرف کامیابی سے غرض ہے۔''



نیو فاؤنڈ لینڈ میں سینٹ جان ایئر پورٹ کی عمارت برف میں گھری ہوئی تھی۔ محکمہ موسمیات کے مطابق ایک اور طوفان کی آمد آمد تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جہاز کی لینڈنگ ہموار نہیں تھی۔ دروازے کھلتے ہی جہاز کے اندر کا ٹمپریچر تیزی سے گرنے لگا۔ مسافر ایک ایک کر کے باہر آئے۔ ان میں حارث بھی تھا۔ ٹرمینل کی عمارت کم از کم پچاس گز دور تھی۔ وہاں تک پہنچتے پہنچتے حارث کی قلفی جم گئی۔ اُسے بتایا گیا تھا کہ ایئر پورٹ پر اُسے کوئی لینے آئے گا۔ اُس نے ادھر اُدھر دیکھا لیکن اُسے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا جو کسی کا منتظر ہو۔ اُس نے انفارمیشن ڈیسک پر اپنا تعارف کرایا۔ ''حارث...... فلائٹ ٹو فور ایٹ، میرے لیے کوئی پیغام ہے؟'' اُس نے پوچھا۔

''جی ہاں مسٹر حارث! ہم ابھی پبلک ایڈریس سسٹم پر اعلان کرنے والے تھے۔ آپ کا ڈرائیور آدھے گھنٹے تاخیر سے آئے گا۔''

حارث کے پاس صرف ایک بریف کیس تھا۔ کسٹم میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ وہاں سے فارغ ہو کر انتظار گاہ کی طرف چلا آیا۔ باہر طوفان کی شدت کو دیکھتے ہوئے اُسے اندازہ ہوا کہ ڈرائیور کی طرف سے تاخیر باعث زحمت نہیں بلکہ باعث رحمت ہے۔ اس طرح اُسے سوچنے کا موقع بھی مل گیا تھا۔ اسے جگدیش ورما اور سلوکم جیسے لوگوں کے ملوث ہونے کی وجہ سے اندازہ ہو رہا تھا کہ مہم جب بھی شروع ہوئی، واقعات اتنی تیز رفتاری کے ساتھ رونما ہوں گے کہ سوچنے کی مہلت ہی نہیں ملے گی۔ اُسے ذہنی اور جسمانی طور پر پوری طرح چوکس رہنا ہوگا۔

اُس کا باپ سعید، ہندوستانی مسلمان تھا اور کم عمری میں امریکا آ گیا تھا۔ حارث کی ماں امریکن تھی۔ وہ پانچ سال کا تھا کہ ماں باپ کے درمیان علیحدگی ہو گئی۔ ماں نے اپنی مرضی سے اُسے باپ کے پاس چھوڑ دیا تھا اور وہ اس میں خوش تھا کیونکہ باپ سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔ اُس کا باپ تھا بھی محبت کے قابل۔ وہ برسوں سے ایک ٹیکسی کمپنی میں ملازم تھا اور ٹیکسی چلاتا تھا۔ حارث نے اُسے ہمیشہ خوشحال دیکھا لیکن جوئے کی لت نے اُسے کبھی بچت کا موقع نہیں دیا تھا۔ بیٹے کو اُس نے وہ سب کچھ دیا، جس کی اُس نے آرزو کی۔ حارث اس وقت اپنے

باپ ہی کی وجہ سے یہاں موجود تھا۔

بوڑھے باپ نے اُس کا کیس لڑنے کے لیے بہترین وکیل منتخب کیا اور پیسہ پانی کی طرح بہایا۔ اُس نے حارث کو یقین دلایا کہ وہ اپنی بچائی ہوئی رقم خرچ کر رہا ہے اور تشویش کی کوئی بات نہیں لیکن حارث جانتا تھا کہ اُس کا ہاتھ ہمیشہ کھلا رہا ہے۔ بچت کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ بعد میں اُسے پتا چلا کہ اُس کے باپ نے سود پر قرض لیا تھا اور اب وہ 33 ہزار ڈالر کا مقروض ہے۔ شاید وہ قرض اُتارنے کے لیے اُس نے بکی کی حیثیت سے ملازمت بھی قبول کر لی تھی۔ حالانکہ وہ اس کے آرام کرنے کے دن تھے۔

حارث سوچتا رہا کہ اگر اُس کے باپ کو اس کام کا علم ہوتا تو وہ کیا کہتا۔ وہ یقیناً سرگوشی میں کہتا۔ ''قرض کی فکر نہ کرو۔ 33 ہزار ڈالر کوئی بڑی رقم نہیں ہے۔ بیٹے، مجھے یہ کام ٹھیک معلوم نہیں ہوتا۔ اس میں یقیناً کوئی گڑبڑ ہے۔ بہرحال اگر تم حسب معمول اس بار بھی میرا مشورہ قبول نہ کرو تو یہ یاد رکھنا کہ ایک اچھے آدمی کو جب یہ احساس ہوتا ہے کہ اُسے بے وقوف بنایا گیا ہے تو وہ بھاگتا ہے۔ اب یاد رکھو اندھا دھند اور تیز رفتاری سے کبھی نہیں بھاگنا۔ دیکھ بھال کر مناسب رفتار سے بھاگنا چاہیے۔'' یہ آخری جملہ اُس کے باپ کا مخصوص مشورہ تھا، جو وہ عمر بھر ہر موقع پر دیتا آیا تھا۔ اس لمحے حارث کو اپنا بوڑھا باپ ٹوٹ کر یاد آیا۔ وہ محبت کے احساس سے سرشار ہو گیا۔

قدموں کی آواز نے اُسے چونکا دیا۔ آدھا گھنٹا گزر گیا تھا اور اُسے پتا ہی نہیں چلا تھا۔ وہ اس طویل القامت اور قوی الجثہ آدمی کو اپنی طرف بڑھتے دیکھتا رہا۔ ''مسٹر حارث؟'' اُس شخص نے سوالیہ لہجے میں پوچھا۔ حارث نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''میرے ساتھ آیئے۔'' اُس شخص نے کہا۔ حارث نے اپنا بریف کیس اُٹھایا اور اُس کے پیچھے چل دیا۔

ٹرمینل کے باہر پارکنگ ایریا میں سبز شیورلیٹ کھڑی تھی۔ اس کے وائپر متحرک تھے۔ اُس شخص نے عقبی دروازہ کھولا۔ حارث کار میں بیٹھ گیا۔ وہ شخص گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آیا اور کار اسٹارٹ کر دی۔ برف کا طوفان جاری تھا لیکن ڈرائیور مشینی مہارت کے ساتھ کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس وقت سہ پہر کے ڈھائی بجے تھے لیکن طوفان کی وجہ سے نظر دو سو گز سے زیادہ دیکھنے سے قاصر تھی۔

''کتنی دور جانا ہے ہمیں؟'' حارث نے پوچھا۔

''چند میل۔''

''تم کس کے لیے کام کر رہے ہو؟''

''رین فیلڈ کے لیے۔''

''تمہارا نام کیا ہے؟''

''میڈوز۔''

''تمہارا تعلق یہیں سے ہے؟''

''انٹوریو سے۔'' طویل القامت ڈرائیور نے کہا پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد بولا۔ ''اگر آپ ایک پیس میں اپنی منزل پر پہنچنا چاہتے ہیں تو سوالات موقوف کر دیں۔ یہاں ڈرائیونگ کے لیے ارتکاز ضروری ہے۔''

حارث کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ نیچے بندرگاہ پر چار پانچ اسٹیمر اور سات آٹھ ماہی گیری کی کشتیاں کھڑی تھیں۔ بالآخر کار ایک فیکٹری کی حدود میں داخل ہوگئی۔ سائن بورڈ پر آلٹن ڈیری تحریر تھا۔

''بلڈنگ کا وسطی دروازہ۔'' ڈرائیور نے کہا۔ وہ مختصر ترین گفتگو کا عادی معلوم ہوتا تھا۔

حارث نے اپنا بریف کیس سنبھالا اور کار سے اُتر آیا۔ وہ دومنزلہ عمارت تھی۔ دروازے تک پہنچتے پہنچتے اُسے تھرتھری چڑھ گئی۔ اندر ایک ہال وے تھا، جس میں زینہ بھی تھا۔ زینوں کے اوپر دروازہ تھا۔ وہ بڑا سا کمرا شاید لیب کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ وہاں موجود آلات سے یہی اندازہ ہو رہا تھا۔ حارث نے کمرے میں داخل ہو کر اپنا بریف کیس اسٹول پر رکھا اور گھڑی میں وقت دیکھا۔ ساڑھے تین بجے تھے، جبکہ میٹنگ کا وقت تین بجے طے ہوا تھا۔ کمرے میں کئی بینچیں پڑی تھیں۔ لیکن حارث بیٹھنے کے بجائے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ سردی ہڈیوں میں سرایت کرتی محسوس ہو رہی تھی۔

اچانک قدموں کی آہٹ سنائی دی، دروازہ کھلا اور ایک شخص کمرے میں داخل ہوا۔ اُس کی عمر پچاس کے لگ بھگ ہوگی۔ وہ فربہ اندام تھا۔ اپنے قد کے اعتبار سے اُس کا وزن کم از کم پچاس پونڈ زیادہ تھا۔ اس پچاس پونڈ کا ایک حصہ گوشت کی تہوں کی صورت چہرے پر لپٹا

ہوا تھا اور باقی سینے سے نیچے توند کی شکل میں موجود تھا۔ اُس نے حارث کو دیکھ کر سر ہلایا اور اپنے بریف کیس کو بینچ پر رکھ دیا پھر اُس نے حارث کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ''میرا نام رین فیلڈ ہے۔'' اس نے کہا۔ ''سلوکم نے تمہیں ضروری باتیں بتا دی ہوں گی۔ کیا بتایا گیا ہے تمہیں؟''

''کچھ زیادہ نہیں۔'' حارث نے جواب دیا۔ ''مجھے مارکوس کو تلاش کرنے کا معاوضہ چالیس ہزار ڈالر ملے گا۔ دس ہزار مجھے مل چکے ہیں۔ اُس نے کہا تھا، مجھے یہاں پہنچ کر تم سے ملنا ہے۔ میرا خیال تھا، وہ بھی یہیں ملے گا، وہ یہاں نہیں ہے کیا؟''

''نہیں۔'' رین فیلڈ نے چڑچڑے پن سے کہا۔ چڑنے کی بات ہی تھی۔ سوالات اُسے کرنے تھے نہ کہ حارث کو۔ ''سلوکم نے تمہیں بتایا تھا کہ تمہیں میرے ساتھ کام کرنا ہے؟''

''نام تو نہیں بتایا تھا تمہارا۔ البتہ کہا تھا کہ میں اکیلا نہیں ہوں گا۔''

''اگر ہمیں مارکوس کو نیو فاؤنڈ لینڈ میں تلاش کرنا ہے تو تیزی سے کام کرنا ہوگا۔ علاقہ بہت وسیع ہے۔ تم مجھ سے تعاون کرو گے؟''

''یقیناً کروں گا۔''

''تمہیں معلوم ہے کہ راز داری کی وجہ سے تمہیں اتنا زیادہ معاوضہ دیا جا رہا ہے۔ تمہیں سوالات سے بھی پرہیز کرنا ہوگا۔''

حارث سوچ میں پڑ گیا کہ اپنے شبہات کا اظہار اس وقت کرے یا سلوکم سے ملاقات انتظار کرے پھر اُس نے رین فیلڈ کو جانچنے کا فیصلہ کیا۔ ''سلوکم نے کہا تھا کہ وہ جگدیش کارپوریشن کے ایک اہم کاروباری معاہدے کے سلسلے میں کام کر رہا ہے۔ مارکوس ان کا کاروباری حریف ہے۔ ہمیں اُسے تلاش کرنا ہے تا کہ اُسے خریدا جا سکے، اگر بات یہی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں اور اگر بات کچھ اور ہے تو مجھے سوچنا پڑے گا۔ چالیس ہزار ڈالر کے معاوضے سے تو ایسا لگتا ہے جیسے مارکوس کو تلاش کر کے ٹھکانے لگانا ہے اور اُسے تلاش کرنا میرا کام ہے، کیا خیال ہے تمہارا؟''

رین فیلڈ گویا بولنے سے پہلے لفظوں کو تول رہا تھا۔ بالآخر اُس نے سرد لہجے میں کہا۔ ''یہ سب کچھ تم سلوکم سے دریافت کرنا۔ مجھے بھی احکامات اُسی سے ملتے ہیں۔''

''میں نے ابھی تک دس ہزار خرچ نہیں کیے ہیں اور میں رقم واپس کرنے کا حق رکھتا

ہوں۔''

رین فیلڈ نے پہلو بدلا، اپنا بریف کیس کھولا اور لفافہ نکال کر حارث کی طرف بڑھایا۔''یہ بیس ہزار ڈالر ہیں۔ اصل کہانی یہ ہے کہ مارکوس اور ہمارے باس ایک خطرناک بزنس ڈیل میں ملوث ہیں ہم مارکوس کو تلاش کر کے اُسے تحفظ فراہم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بات طے ہے کہ تم رفتہ رفتہ معتبر ٹھہرو گے اور تمہیں مزید اعتماد میں لیا جائے گا۔''

حارث نے لفافہ کھول کر اُس میں جھانکا پھر اُسے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔

''اپنے ہوٹل کا رُخ کرنے سے پہلے، تمہیں سینٹ اوریل جانا ہوگا۔ وہاں تم سلوکم سے مل سکو گے، ٹھیک ہے؟'' رین فیلڈ نے کہا۔ حارث نے اثبات میں سر ہلا دیا۔''یہ ریوالور بھی رکھ لو۔'' رین فیلڈ نے اُس کی طرف ریوالور بڑھایا۔

حارث نے مضحکانہ انداز میں اُسے دیکھا۔''ابھی تو تم پرامن گفتگو کررہے تھے اور اب یہ ریوالور......؟''

''یہ سب کچھ سلوکم سے پوچھنا۔'' رین فیلڈ نے چڑ کر کہا۔''آؤ میرے ساتھ......''

وہ جس کار میں ایئرپورٹ سے آیا تھا، اب بھی باہر موجود تھی۔ رین فیلڈ نے حارث کو ڈرائیور سے متعارف کرایا۔''یہ میڈوز ہے۔'' پھر اُس نے میڈوز سے کہا۔''ہمیں سینٹ اوریل چلنا ہے۔''



کار دس منٹ مین روڈ پر چلنے کے بعد ایک ذیلی سڑک پر مڑ گئی۔''میڈوز مقامی پولیس میں کام کر چکا ہے۔'' رین فیلڈ نے حارث کو بتایا۔''درحقیقت ہم سبھی سابق پولیس مین ہیں۔ میں نیویارک میں پولیس میں رہا ہوں۔''

حارث نے سکون کا سانس لیا۔ ایسا لگا، جیسے وہ اپنوں میں آ گیا ہو۔ اس سیٹ اپ کا ایک مطلب یہ بھی تھا کہ ہدایات سنو اور ان پر عمل کرو، سوالات مت کرو۔ اس نے سلوکم سے اور اب رین فیلڈ سے کہا تھا کہ وہ رقم واپس کرنے کا حق محفوظ رکھتا ہے۔ سوال یہ تھا کہ وہ اس طرح کس کو بے وقوف بنا رہا ہے؟ خود کو یا اور کسی کو؟ بوڑھا باپ اسی کی وجہ سے مقروض ہوا تھا اور اب اُسے وہ قرض ادا کرنا تھا۔ دُنیا میں اور ایسا کون تھا جو ایک کام کا معاوضہ چالیس ہزار

ڈالر دیتا۔ تیس ہزار تو اُسے اس وقت تک مل چکے تھے۔ اس صورتِ حال میں آئی ہوئی رقم واپس کرنے کا تصور بہت بڑی خود فریبی تھی۔

''تمہیں معلوم ہے، حارث پولیس سے کس طرح نکلا تھا؟'' رین فیلڈ نے میڈوز سے پوچھا۔''زبردست ہنگامہ ہوا تھا......''

حارث نے فوراً موٹے رین فیلڈ کو ٹوک دیا۔''میں اس کیس کے سلسلے میں گفتگو پسند نہیں کرتا۔''

''چھوڑو بھی، یہ گھر کی بات ہے۔ پولیس کا محکمہ ہم لوگوں کے درمیان قدرِ مشترک ہے۔'' رین فیلڈ نے کہا اور کیس کی پوری تفصیل میڈوز کو سنا دی۔ میڈوز نے خاموشی سے سنا اور کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا۔ حسب سابق اُس کی پوری توجہ ڈرائیونگ کی طرف تھی۔ سڑک سنسان تھی۔ ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھا۔ حارث کھڑکی سے باہر گزرتے ہوئے مناظر دیکھا رہا۔ حد نظر تک برف ہی برف تھی۔ کار میں سردی نہ ہوتی، تب بھی باہر کے مناظر سردی کا احساس دلانے کے لیے بہت کافی تھے۔

''تم نے مقدمہ کے بعد پولیس کی ملازمت سے استعفا کیوں دے دیا تھا''
میڈوز نے پانچ منٹ بعد پوچھا۔

''میرے خیال میں یہی مناسب تھا۔'' حارث نے جواب دیا۔

''استعفا کیوں؟'' میڈوز کا لہجہ سرد تھا۔''استعفے کی کیا بات تھی۔ تم نے غلطی کی۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارا کام کس قدر اعصاب شکن ہے۔ ڈیفرس جیسے لوگ پاگل بھی ہو جاتے ہیں۔ جب تم بری ہو گئے تو استعفا دینے کی کیا ضرورت تھی؟''

حارث نے کوئی جواب نہ دیا۔ جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اس طرح میڈوز کے جارحانہ انداز کی حوصلہ افزائی ہوتی۔ جو کچھ ہوا تھا، اُس نے اُس کی روح کو بیمار کر دیا تھا پھر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ پولیس کی ملازمت کے ذریعے وہ 33 ہزار ڈالر کا قرض کسی بھی طرح ادا نہیں کرسکتا تھا۔

سڑک نے جنوب مغرب کی طرف بل کھایا تھا۔ کار بہ دستور ساحل کے متوازی سفر کر رہی تھی۔ رین فیلڈ نے میڈوز سے کچھ پوچھا۔ میڈوز نے جواب دیا لیکن حارث نے کچھ

نہیں سنا پھر رین فیلڈ، حارث کی طرف متوجہ ہوا۔ ’’میں تمہیں سینٹ اوریل کے بارے میں بتا دوں۔ چھوٹا سا علاقہ ہے۔ آبادی ڈھائی سو کے لگ بھگ ہوگی۔ کھاڑی کے پاس ایک بڑا مکان ہے، جس میں ڈاکٹر ایکلن نامی ایک شخص رہتا ہے۔‘‘ اس نے حارث کو بہ غور دیکھتے ہوئے کہا۔ شاید وہ اس نام پر اُس کا ردعمل دیکھنا چاہتا تھا۔ ’’ایکلن کے بارے میں سن لو۔ ہمیں ممکنہ طور پر وہی مارکوس تک پہنچا سکتا ہے۔ ڈاکٹر ایکلن پیدائشی طور پر آسٹرین ہے۔ اُس نے انٹرنیشنل لا میں ڈاکٹریٹ لی ہے۔ 1937ء میں وہ امریکا آیا۔ 1963ء میں کینیڈا کی شہریت حاصل کی۔ بہ ظاہر نہ کوئی اس کا ساتھی ہے، نہ ملازم۔ بہ وقت ضرورت امریکی حکومت پیچیدہ معاملات میں اُسے بروکر کی حیثیت سے استعمال کرتی ہے۔ فرض کرو، امریکی حکومت، روسیوں سے خفیہ طور پر کوئی چیز خریدنا چاہتی ہے یا معاملہ برعکس ہے۔ ایسے مواقع پر ڈاکٹر ایکلن ہی کو استعمال کیا جاتا ہے۔‘‘

’’کیا مطلب؟ میں سمجھا نہیں۔‘‘ حارث نے کہا۔

’’تین سال پہلے امریکا کو ماسکو کے تربیت یافتہ فلسطینیوں کی فہرست درکار تھی۔ دوسری طرف اُن فلسطینیوں نے رُوسیوں کو مایوس کیا تھا۔ چنانچہ رُوسیوں نے ایکلن کے توسط سے وہ فہرست فروخت کردی۔‘‘ رین فیلڈ نے وضاحت کی۔ ’’سودا ڈیڑھ لاکھ ڈالر میں ہوا تھا۔ امریکی انٹیلی جنس نے ایک لاکھ اور اسرائیلیوں نے پچاس ہزار ڈالر ادا کیے۔ ابھی دو سال پہلے روسی، چینیوں کے بنائے ہوئے اینٹی ریڈار سے خائف تھے۔ امریکیوں کے پاس اس سلسلے میں مکمل معلومات تھیں، جو اُن کے نکتہ نظر سے غیر اہم تھیں۔ اُنہوں نے ایکلن کے ذریعے وہ تمام معلومات ماسکو کو فراہم کر دیں۔ یہ ایکلن بہت کارآمد آدمی ہے...... رابطے کے لیے۔ وہ صرف اور صرف دولت کے لیے کام کرتا ہے لیکن وہ یہ بھی جانتا ہے کہ جب بھی وہ ضرر رساں ثابت ہوا، حرف غلط کی طرح مٹا دیا جائے گا۔‘‘

’’سوال یہ ہے کہ مارکوس سے اس کا کیا تعلق ہے؟‘‘

’’ہم یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔‘‘ رین فیلڈ کے لہجے میں یقین کی کمی تھی۔ ’’تم سلوکم سے پوچھ لینا، وہی ہمارا باس ہے۔ میں، تم اور میڈوز برابر کی حیثیت رکھتے ہیں۔‘‘

حارث خاموش ہوگیا۔ برف باری تھم گئی تھی۔ بادل تیزی سے جنوب کی طرف جارہے تھے۔ نیلا آسمان نظر آنے لگا تھا پانچ بجنے میں بیس منٹ پر رین فیلڈ نے اعلان کیا کہ وہ سینٹ اوریل پہنچ گئے ہیں۔ حارث نے باہر دیکھا۔ موڑ کاٹتے ہی اُسے سینٹ اوریل کا قصبہ نظر آیا جو خلیج کے ایک پہلو کی سمت بسا ہوا تھا۔

’’یہاں کشتیوں کے ذریعے سامان آتا جاتا رہتا ہے۔‘‘ رین فیلڈ نے پورٹ پر لنگر انداز اسٹیمروں کے سلسلے میں وضاحت کی۔ ’’اگست کا مہینہ ماہی گیری کا موسم تھا۔ اُس وقت یہاں کی آبادی ساڑھے تین سو تک پہنچ جاتی ہے۔ یہاں ایک ہوٹل، کرائے پر اُٹھنے والے چھ کاٹیج اور دو بار ہیں۔‘‘

’’تم نیوفاؤنڈ لینڈ میں کب سے ہو؟‘‘ حارث نے پوچھا۔

’’دس دن سے...... اور اب ڈاکٹر ایکلن کا مکان دیکھو۔‘‘

حارث پہلے ہی اُس بڑے مکان کی طرف متوجہ تھا۔ اور ایک میل کے برفانی میدان کے درمیان تھا اور خلیج سے مغرب کی سمت واقع تھا۔ سمندر کی لہریں ریت کے ٹیلے سے ٹکرا کر لوٹ جاتی تھیں۔ دوسری سمت ایک پہاڑی سڑک تھی۔ پہاڑ کی بلندی کا اندازہ کرنا مشکل تھا کیونکہ اُس کا بالائی حصہ بادلوں میں گھرا ہوا تھا۔ سمندر اور مکان کے درمیان صنوبر کے درختوں کا ایک جھنڈ اور جھاڑیاں حائل تھیں۔ مکان کی تعمیر میں بڑا حصہ لکڑی کا تھا۔ ہلکی ڈھلوانی چھت تھی۔ نیم دائرے کی شکل کے ڈرائیووے میں اس وقت دو گاڑیاں موجود تھیں۔

وہاں سو کے قریب دومنزلہ مکانات تھے، جو بندرگاہ کے اوپر شمالی ڈھلوانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ ٹورسٹ ہاؤس کی تین منزلہ عمارت وہ واحد عمارت تھی جس کے سامنے سڑک موجود تھی۔ ٹورسٹ ہاؤس کے عین سامنے بندرگاہ کی سنگی دیوار تھی۔ دیوار کے عقب میں جیٹی تھی، جہاں دس بارہ کشتیاں بندھی ہوئی تھیں۔ ہوا میں مچھلی کی بساند رچی ہوئی تھی۔ اس وقت جیٹی سنسان تھی۔

کار رُکتے ہی وہ اُترے اور ہوٹل میں داخل ہوگئے۔ میڈوز آگے آگے تھا۔ ہال کی پیشانی پر مسز ڈالنز ٹورسٹ ہوم تحریر تھا۔ دروازے کی داہنی سمت چوبی سیڑھیاں تھیں۔ وہ اوپر

چڑھ گئے۔ اوپر دو دروازے تھے، ایک سامنے اور دوسرا عقب میں۔ رین فیلڈ نے سامنے والے بیڈ روم کا دروازہ کھولا۔ سب سے پہلی چیز جو نظر آئی وہ ایک اسٹینڈ پر لگا ہوا ٹیلسکو پک لینس والا کیمرا تھا۔ سلوکم کھڑکی کے پاس کھڑا تھا۔ اُس نے بڑھ کر حارث سے ہاتھ ملایا۔

''اس کا مطلب ہے، تم نے ارادہ تبدیل نہیں کیا۔ گڈ......وری گڈ۔'' اُس نے آہستہ سے کہا۔

''نہیں لیکن میرے ذہن میں کچھ سوالات بہ دستور سرسرار ہے ہیں۔''

سلوکم نے کندھے جھٹک دیے۔ گویا سوالات کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ وہ اُس کا ہاتھ تھام کر اُسے کھڑکی کے پاس لے گیا۔ ''یہ ڈاکٹر ایکلن کا مکان ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ مارکوس یہاں ضرور آئے گا۔ جیسے ہی تم اُسے مکان میں داخل ہوتے دیکھو، ہمیں بتا دو۔ بس اتنا سا کام ہے تمہارا۔'' اُس نے کہا۔

حارث نے ٹیلسکو پک لینس سے عمارت کو دیکھا۔ لینس بے حد طاقت ور تھا۔ ایک میل کا فاصلہ اُس کے سامنے بے حیثیت نظر آ رہا تھا۔ ''اور میرے سوالات؟'' حارث نے کہا۔

''پوچھو۔''

''تمہارا کہنا ہے کہ میں واحد آدمی ہوں جو مارکوس کو شناخت کر سکتا ہے، یہ کیسے ممکن ہے جبکہ مارکوس لاس اینجلز اور نیو یارک میں بزنس کرتا ہے۔''

''وہ امریکی نہیں ہے چنانچہ ہمیں نہ اُس کی تصویر میسر آئی ہے نہ ایف بی آئی کے پرنٹس۔ وہ صرف لاس اینجلز پولیس کمپیوٹر کی یاد داشت میں محفوظ ہے اور اُس کیس کی تفتیش تم نے کی تھی۔ وہ کبھی گرفتار نہیں ہوا۔''

حارث نے اسٹینڈ کو گھما کر گردو پیش کا جائزہ لیا۔ ''دوسرا سوال، مجھے ریوالور کی کیا ضرورت پڑ سکتی ہے؟ اُس نے کہا۔

''اوہ، یہ بات مجھے پہلے ہی بتا دینا چاہیے تھی۔ مجھے یقین ہے کہ اگر مارکوس نے تمہیں پہلے دیکھ لیا تو وہ تمہیں قتل کرنے کی کوشش کرے گا۔''

''یہ کیسے ممکن ہے۔ میرے اور اُس کے تعلقات کبھی ایسے نہیں رہے۔''

''صورتِ حال یہ ہے کہ یہ داؤ بہت لمبا ہے۔''

''تب تو بہتر ہے کہ تم مجھے اس کے متعلق بتاؤ۔''

''ہاں، ٹھیک ہے۔ آؤ، چل کر ایکلن کے مکان کو قریب سے دیکھیں۔ میں تمہیں اس ڈیل کے متعلق بتاتا ہوں......''



ہال میں مسز ڈالن ویکیوم کلینر کے ذریعے صفائی میں مصروف تھی۔ اُس نے اُنہیں دیکھ کر سر کو خفیف سی جنبش دی۔ ''خوش قسمتی سے یہ اُونچا سنتی ہے۔'' سلوکم نے حارث کو بتایا۔

''تم ایکلن کے مکان کی کب سے نگرانی کر رہے ہو؟''

''دس دن سے۔''

''اس دوران ایکلن کے ملاقاتیوں کی تصویریں مجھے دکھاؤ گے؟''

''اس کی ضرورت نہیں، وہ سب جانے پہچانے مقامی آدمی ہیں۔''

''یہ کیسے پتا چلے گا کہ اُسے اپنی نگرانی کا علم ہو گیا ہے؟''

''جب بھی ایسا ہوا، وہ مکان چھوڑ جائے گا۔''

ٹورسٹ ہوم کے عقب میں سلوکم کی کار موجود تھی۔ وہ کار میں بیٹھ گئے۔ سلوکم نے کار اسٹارٹ کر دی۔ اس کا رُخ خلیج کی طرف تھا۔ ''میں اختصار سے کام لوں گا۔ سرمایہ داروں کا ایک گروپ لاطینی امریکا کے ایک ملک میں اثر و نفوذ خریدنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مارکوس اور ایکلن اس سلسلے میں ہونے والی سودے بازی سے متعلق ہیں۔'' سلوکم نے بتایا۔ ''اس میں تین فریق ہیں۔ ایک وہ ملک، مارکوس جس کی نمائندگی کر رہا ہے۔ دوسرے وہ سرمایہ دار، جن کی نمائندگی میں کر رہا ہوں۔ ایکلن رابطے کے طور پر کام کر رہا ہے۔''

''اس ملک کا نام؟''

''یہ میں تمہیں نہیں بتا سکوں گا۔ اس کی کوئی اہمیت بھی نہیں ہے۔ ہم منتظر ہیں کہ مارکوس ہم سے رابطہ قائم کرے گا۔ ہم پر دباؤ کم نہیں ہے۔ سرمایہ داروں کا گروپ چاہتا ہے کہ چار ہفتے کے اندر اندر مذاکرات مکمل ہو جائیں لیکن مارکوس کا اب تک کوئی پتا نہیں ہے۔ البتہ ہمیں اتنا معلوم ہو گیا ہے کہ اُس کی گرل فرینڈ سینٹ جان میں موجود ہے۔''

اب وہ ایکلن کے مکان کے بہت قریب سے گزر رہے تھے۔مکان پر سکوت طاری تھا۔صرف ڈرائیووے میں کھڑی ہوئی دو کاریں مکان کی آبادی کی گواہی دے رہی تھیں۔ حارث سوچ رہا تھا کہ اب بھی اسے کام کی معلومات حاصل نہیں ہو سکی ہیں، اُس کے بنیادی سوالات کی تشفی نہیں ہوئی تھی۔

اچانک سلوکم نے کار پارک کر دی۔ وہ نیچے اُتر آئے۔اب وہ پیدل اُسی سمت میں سفر کر رہے تھے، جہاں سے آئے تھے۔سلوکم آگے آگے تھا۔ وہ برف پر سڑک کے متوازی درختوں کی آڑ لے کر بڑھتے رہے۔بیس منٹ بعد ایکلن کا مکان پھر اُن کی نظروں کے سامنے تھا۔ راستے میں ایک جگہ سلوکم لڑکھڑایا اور اُس کا پاؤں برف کے نیچے موجود پانی میں چلا گیا۔ سلوکم زیرِ لب کچھ کہہ کر رہ گیا۔حارث کو وہ سب کچھ بے حد غیر حقیقی لگ رہا تھا۔وہ صنوبر کے جھنڈ کے درمیان آخری ڈھلان کی طرف بڑھتے رہے۔ بالآخر وہ برف سے ڈھکی ہوئی ایک چٹان تک پہنچ گئے۔وہاں سے خلیج کا منظر بھی دکھائی دے رہا تھا اور ایکلن کا مکان صرف چوتھائی میل دور تھا۔

پہلی بار حارث کو مکان کی وسعت کا اندازہ ہوا۔مکان کی ہر منزل پر کم از کم چھ کمرے ہوں گے۔ چھت پر ٹی وی کا پندرہ فٹ اونچا ایریل تھا۔ایسے ایریل اسے ہر مکان کی چھت پر نظر آئے تھے۔سلوکم کچھ دیر سانس سنبھلنے کا انتظار کرتا رہا پھر بولا۔''تین ہفتے پہلے ایک گڑبڑ ہوگئی۔ایک ایسے سرمایہ دار کی کمپنی کے ملازم کو پام اسپرنگز میں قتل کر دیا گیا جو اس کاروباری سودے میں شریک ہے۔ہمارا خیال ہے کہ قتل کا تعلق اس کاروباری معاہدے سے ہے۔ بلکہ مارکوس سے ہے۔''سلوکم نے حارث کو بہ غور دیکھا۔''اسی لیے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ تم مسلح رہو، ٹھیک ہے؟''

حارث نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔

''اور یہ کار بھی تم ہی رکھو جو میرے پاس ہے۔''

کار کی طرف واپس آتے ہی سلوکم نے ڈکی کھول کر ایک بیگ نکالا اور بیگ میں سے ایک ریوالور نکال کر حارث کو دیا۔اس کے علاوہ کارتوسوں کا ایک ڈبا اور ایک دوربین بھی تھی۔حارث نے ریوالور لوڈ کر لیا۔

''آخری سوال۔''اُس نے کہا۔''یہ ہے کہ مجھے مارکوس کو کب تک تلاش کرنا ہے؟ ابھی تم نے کہا کہ تمہارے پاس صرف چار ہفتے ہیں۔''

''تین ہفتے کہو، اگر بات تین ہفتے سے آگے گئی تو تمہیں اضافی معاوضہ ملے گا۔اب میرا خیال ہے کہ تم مزید سوالات کے بغیر بھی اپنا کام کر سکو گے۔''حارث نے اثبات میں سر ہلایا۔سلوکم نے بھی سر ہلا دیا۔''گڈ۔''اُس نے آہستہ سے کہا۔

واپسی کے سفر میں حارث نے کار ڈرائیو کی۔سلوکم ٹورسٹ ہاؤس اُترا اور اُس نے حارث سے کہا کہ وہ رین فیلڈ کو اپنے ساتھ سینٹ جان لے جائے۔

سینٹ جان تک کا ایک گھنٹے کا سفر خاموشی سے کٹا۔سینٹ جان میں داخل ہونے کے بعد رین فیلڈ، حارث کی رہنمائی کرتا رہا۔اُس نے ایک اپارٹمنٹ بلڈنگ کی تیسری منزل کی کھڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حارث کو بتایا۔''مارکوس کی محبوبہ یہاں رہتی ہے۔ میڈوز نے ٹیلی گراف کے کھمبے پر چڑھ کر ایکلن کے ٹیلیفون کے لیے ایک الیکٹرونک بگ لگایا تھا۔اس کی بدولت ہمیں امریکا سے ایک لڑکی کی کال ریسیو کرنے کا موقع ملا۔لڑکی کی ایکلن سے بات نہیں ہو سکی، تاہم اُس نے اپنا نمبر چھوڑا تھا۔اُس نمبر کے ذریعے ہم نے سراغ لگایا۔ وہ لڑکی نیویارک میں مسز مارکوس کے نام سے مقیم تھی۔ہم نے اُس پر نظر رکھی پھر وہ یہاں آگئی۔ میڈوز نے موقع پا کر ایک بگ اُس کے ٹیلی فون کے ساتھ بھی اٹیچ کر دیا۔''رین فیلڈ نے پھر کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔''اب ہم کسی ایسی کال کے منتظر ہیں، جو مارکوس کی ہو۔اس سلسلے میں بھی تم ہی ہماری مدد کرو گے۔یوں تمہیں دُہرا کام کرنا ہوگا۔تم یہاں ہوگے تو میں سینٹ اوریل میں ایکلن کے گھر آنے والوں کی تصویریں لیتا رہوں گا۔''

حارث نے اپنی گھڑی پر نگاہ ڈالی۔سات بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔''فی الوقت تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''اُس نے پوچھا۔

''ہالٹن میں تمہارے لیے کمرا لے لیا گیا ہے۔کمرے میں ریسیور موجود ہے، جس کے ذریعے تم اس نام نہاد مسز مارکوس کی نقل و حرکت سے باخبر رہ سکتے ہو۔میں تمہیں کمرے میں چل کر سب کچھ سمجھا دوں گا۔''

ہوٹل جدید طرز کا تھا۔حارث کا کمرا تیسری منزل پر تھا۔بیڈروم سے پہاڑی کا منظر

نظر آتا تھا۔ رین فیلڈ نے بگ کا ریسیور سونی کے کیسٹ پلیئر، ریڈیو میں چھپا رکھا تھا۔ بگ لڑکی کے اپارٹمنٹ میں ٹیلی فون میں نصب تھا، اس کے ذریعے صرف فون کال ہی نہیں، ڈرائنگ روم میں ہونے والی گفتگو بھی سنی جا سکتی تھی۔ رین فیلڈ نے ریڈیو آن کیا۔ یوں وہ چوتھائی میل دور اُس لڑکی کی ذاتی دنیا میں داخل ہو گئے۔ پہلی آواز جو حارث نے سنی، قدموں کی آہٹ کی تھی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔

''میں مینر ہوٹل میں ہوں۔ ریسیور پر کوئی کام کی بات سنو تو مجھے مطلع کر دینا۔ میرا نمبر تمہیں مینر کے استقبالیہ سے مل جائے گا۔''

''لڑکی کا نام کیا ہے؟''

''الزبتھ پیرٹ۔''

رین فیلڈ کے جانے کے بعد حارث بستر پر نیم دراز ہو گیا۔ اُس نے روم سروس کو فون کر کے کھانا منگوایا۔ اس دوران اُس نے نہا دھو کر لباس تبدیل کر لیا، پھر اُس نے ریڈیو آن کیا۔ لڑکی برتن دھو رہی تھی۔



جگدیش، البرٹ کے بجرے پر اُس کا مہمان تھا۔ وہ البرٹ سے پہلے بھی تین بار مل چکا تھا لیکن تنہائی میں یہ اُس کی پہلی ملاقات تھی۔ جگدیش نے البرٹ کو کبھی پسند نہیں کیا تھا لیکن اب صورت حال مختلف تھی۔ البرٹ اُن بارہ سرمایہ داروں میں شامل تھا، جو نکارا گوا کو خریدنے میں دلچسپی رکھتے تھے۔ یہ ملاقات بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔

کھانے کے بعد کافی پیش کی گئی اور ویٹر کیبن سے نکل گئے۔ البرٹ نے تمہید میں وقت ضائع کیے بغیر مطلب کی بات چھیڑی۔ ''مجھے سہاش سے معلوم ہوا ہے کہ تمہارا ایک ملازم قتل ہو گیا ہے، اسی ڈیل کے سلسلے میں۔ تمہیں یقین ہے کہ یہ کمیونسٹ گوریلوں کی حرکت نہیں ہے؟''

''نہیں، کمیوسٹ گوریلے اتنی اہلیت نہیں رکھتے۔'' جگدیش کے لہجے میں یقین تھا حالانکہ اندر سے وہ اتنا پُراعتماد نہیں تھا۔ پارکر نہ جانے کیسے اُس کی خفیہ فائلوں تک پہنچ گیا تھا۔ اُسے صحرا میں قتل کیا گیا تھا، لیکن کیوں؟ کیا اس قتل کا تعلق نکارا گوا کے سودے سے تھا یا وہ پارکر کی کسی ذاتی حماقت کا شاخسانہ تھا۔ ''میرے خیال میں پارکر والے واقعے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔''

البرٹ نے کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ ''میرے آدمی تیزی سے کاغذی کام کر رہے ہیں لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنی جلدی کیا ہے۔ ضروری ہے کہ سب کچھ چار ہفتوں میں مکمل ہو جائے؟''

''مسئلہ جنرل انٹونیو کا ہے۔'' جگدیش نے جواب دیا۔ ''اس کا مزاج پل پل بدلتا ہے۔ میرا خیال ہے، ہم ایک ماہ تک تو اُسے سنبھال لیں گے۔ بہرحال، وہ بہت تیزی سے ارادے بدلتا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ اور ہاں، میرے آدمیوں نے بتایا ہے کہ سرمایہ کاری کے تناسب کے اعتبار سے تم دیگر پارٹنرز کے مقابلے میں دس فیصد زیادہ منافع لے رہے ہو، اس کا سبب؟''

''یہ میری محنت کا صلہ ہے۔ جس کا سلسلہ میں، میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ اس ڈیل کے سلسلے میں میرا بہت وقت ضائع ہو رہا ہے۔ مجھے اپنے کاروبار کی طرف سے غافل رہنا پڑا ہے۔''

''بکواس۔'' البرٹ نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔ ''میں سمجھ گیا کہ ہاورڈ ہیوز اور سہاش تمہیں کیوں پسند کرتے ہیں، تم بدمعاش ہو۔''

جگدیش کو غصہ آ گیا۔ زندگی میں کبھی کسی نے اُسے اس کے منہ پر بدمعاش کہنے کی جرات نہیں کی تھی۔ ایک لمحے کو وہ الجھ گیا۔ جانتا تھا کہ البرٹ معذرت کرنے والوں میں سے نہیں ہے۔ ویسے بھی نکارا گوا کا سودا زیادہ اہم تھا۔ بہتر یہی تھا کہ وہ اس وقت اس توہین کو پی جائے اور سودے کی تکمیل کے بعد اس کا بدلہ لے۔ یہ تو طے تھا کہ البرٹ کو اپنے ان لفظوں پر پچھتانا پڑے گا۔

البرٹ اُس کے ردعمل سے مطلق بے خبر تھا۔ اُس نے پُرخیال لہجے میں کہا۔ ''یہ سودا دُنیا پر کب اور کس طرح کھلے گا۔ میرا خیال ہے، اُس وقت تک تمام پارٹنرز کو خاموش اور محتاط رہنا ہو گا۔''

''ہاں، اس سیٹ اپ میں کسی پارٹنر کو ملوث نہیں کیا جائے گا۔''

'سیٹ اپ کون تیار کر رہا ہے؟'' سودے کے...... اور ہمارے تحفظ کی ذمے داری کس کی ہے؟ ہمیں یہ بھی خیال رکھنا ہے...... کہ پام اسپرنگز میں پارکر کے قتل جیسے واقعات کا

اعادہ نہ ہو۔صفائی کا کام کون کررہا ہے؟''

''ہیں کچھ لوگ......سابق پولیس مین، چھوٹے لوگ۔''

''چھوٹے لوگ۔''البرٹ نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔'محتاط رہنا۔ میں نے عمر بھر یہی دیکھا ہے کہ چھوٹے لوگ ہی اہم ہوتے ہیں۔وہ اچانک تمہارے پیروں کے نیچے آئیں گے اور اگلے ہی لمحے تم خود کو منہ کے بل گرا پاؤ گے۔''



حارث ساڑھے آٹھ بجے بیدار ہوا۔یہ یاد کرنے میں اُسے کچھ دیر لگی کہ وہ کہاں ہے اور کیوں ہے۔باتھ روم سے نکلتے ہی اُس نے روم سروس کو فون کر کے ناشتا طلب کیا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر اُس نے ریڈیو آن کر دیا پھر وہ اخبار پڑھتا رہا۔اب وہ ایک بار پھر اپنی یہاں آمد کے سلسلے میں اُلجھ رہا تھا۔کہ یہ باپ کے قرض کی ادائیگی کی مؤثر صورت تھی...... یا یہ جیل کا راستہ تھا...... مختصر ترین راستہ!وہ اپنی ایک کمزوری سے بہ خوبی واقف تھا۔اُس نے زندگی کے اہم ترین فیصلے کرتے ہوئے ہمیشہ عجلت سے کام لیا تھا۔مثلاً پولیس کی ملازمت کا فیصلہ۔اس کے زمانہ طالب علمی کے ایک ساتھی نے جو خود بھی پولیس مین تھا۔اُسے پولیس کی ملازمت کا مشورہ دیا تھا اور وہ اگلے ہی دن اس کے لیے درخواست فارم لے آیا تھا۔ایک ہفتے بعد اُس نے ڈیوٹی بھی جوائن کر لی تھی پھر اُس نے شادی کا فیصلہ بھی سرعت سے کیا تھا اور اُس کے بعد بیوی سے طلاق کا فیصلہ بھی اور اب اس کی تازہ ترین مثال یہ تھی کہ اس وقت وہ سینٹ جان کے ایک ہوٹل میں موجود تھا۔

ساڑھے نو بجے رین فیلڈ نے اُسے فون کیا۔''میں لابی میں ہوں،سلوکم نے تمہیں کال کیا تھا؟''

''نہیں۔''اُس نے جواب دیا۔

''میں آرہا ہوں۔''

چند لمحے بعد رین فیلڈ اس کے کمرے میں داخل ہوا۔''میں سینٹ اوریل جارہا ہوں۔تم لڑکی کو چیک کرو گے۔سوال یہ ہے کہ تمہارا طریقہ کار کیا ہوگا،بیٹھے رہو گے؟''رین فیلڈ نے پوچھا۔

''ہاں،میں صرف اس صورت میں یہاں سے ہٹوں گا،جب مجھے لڑکی کے کسی ملاقاتی کا تعاقب کرنا ہوگا۔''

''مناسب ہے۔''رین فیلڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔''تم یقیناً پولیس میں بھی فعال رہے ہوگے۔''

''ہاں میں میز پر بیٹھ کر کام کرنے والا نہیں ہوں۔'' حارث نے کہا۔''سلوکم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

''میں اس کے احکامات کی تکمیل کرتا ہوں اور بس۔''

''اور کام کے بارے میں محدود معلومات کے سلسلے میں تمہیں کوئی اعتراض نہیں؟'' حارث نے پوچھا۔

''مجھے کیا پڑی ہے اعتراض کرنے کی۔''لیکن حارث نے اُس کے انداز میں خفیف سی ہچکچاہٹ بھانپ لی۔

''بہر حال،معلومات میں اضافہ ہو تو اُس میں مجھے بھی شریک کر لینا۔'' حارث نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔''رین فیلڈ نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔''اب میں چلتا ہوں،سلوکم تمہیں گیارہ بجے کے قریب فون کرے گا۔''

آدھے گھنٹے بعد حارث ہوٹل سے نکلا۔اُس نے ایک اسٹور سے پارکا اور کچھ گرم کپڑے خریدے۔درجہ حرارت صفر سے نیچے چلا گیا تھا۔وہ ہوٹل واپس آیا اور سلوکم کی کال کا انتظار کرتا رہا لیکن دوپہر ہوگئی۔سلوکم نے فون نہیں کیا۔حارث باہر نکلا اور کار میں آبیٹھا۔ساڑھے بارہ بجے وہ اس اپارٹمنٹ ہاؤس کے سامنے موجود تھا،جس میں وہ لڑکی مقیم تھی۔

موسم ایسا تھا کہ انجن سرد ہونے کا خطرہ رہتا تھا۔وہ ہر بیس منٹ بعد انجن اسٹارٹ کرتا رہا۔ڈیڑھ بجے اس کھڑکی کا پردہ ہٹا،جس کی نشاندہی رین فیلڈ نے کی تھی۔سڑک سنسان تھی۔حارث سوچتا رہا۔ادھوری معلومات کی روشنی میں ہدایات کے مطابق کام کیوں کیا جائے۔یہ ممکن تھا کہ لڑکی اُسے وہ بات بتا دے،جو سلوکم اُس سے چھپا رہا ہے۔کیوں نہ سیدھا لڑکی کے پاس جایا جائے اور اُس سے پوچھ لیا جائے۔سوال یہ تھا کہ کیا لڑکی اُسے خود تک پہنچنے دے گی یا

وہ چوکیدار سے آگے نہیں بڑھ سکے گا۔ شیشے کے دو پٹ والے دروازے کے فوراً بعد ایک میز تھی۔ کرسی پر ایک بڈھا شخص بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ اُس نے ایک بار بھی نظر نہیں اُٹھائی تھی۔

وہ کار کے سرد ماحول میں بیٹھا خود سے اُلجھتا رہا۔ پردے اُٹھنے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کہیں جانے کے لیے تیار ہو رہی ہو۔ اس صورت میں وہ اس کا پیچھا کر سکتا ہے۔ ممکن ہے، اس صورت میں کسی اہم شخصیت سے واقف ہونے کا موقع مل جائے۔ بالآخر اُس نے طے کیا کہ اگر وہ آدھے گھنٹے کے اندر باہر نہ نکلی تو وہ اندر جا کر اُس سے ملنے کی کوشش کرے گا۔

آدھا گھنٹا پورا ہوتے ہی حارث کار سے نکلا، سڑک کراس کی اور گلاس ڈور کو دھکیلتا ہوا اپارٹمنٹ ہاؤس میں داخل ہوا۔ ”مارکوس...... مجھے مسٹر مارکوس سے ملنا ہے۔“ اس نے ڈور مین کو بتایا۔

”مارکوس۔“ بڈھا چند لمحے اپنے ذہن پر زور دیتا رہا پھر اُس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

”مس پیرٹ تو یہیں رہتی ہیں نا؟“ حارث نے پوچھا۔

بڈھا ایک لمحے کو ہچکچایا پھر اُس کی آنکھوں میں شک کی پرچھائیاں لرزنے لگیں۔ تاہم اُس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔“

”میرا نام حارث سعید ہے۔“

”میں اُن سے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ تم سے ملنا پسند کریں گی۔“ بڈھے نے کہا اور ریسیور اُٹھا لیا۔ ”مس پروتھ۔“ اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ”مسٹر......؟“

”حارث سعید۔ اُن سے کہو میں مسٹر مارکوس کا دوست ہوں۔“

بڈھے نے ماؤتھ پیس میں وہی سب کچھ کہا پھر کچھ دیر سنتا رہا۔ آخر میں...... جی بہتر ہے کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ وہ اب پہلے سے زیادہ مشکوک نظر آ رہا تھا اور حارث کو غور سے بھی دیکھ رہا تھا، جیسے اُس کا حلیہ ذہن نشین کر رہا ہو۔ ایک لمحے بعد لفٹ کا دروازہ کھلا۔ وہ سیدھی حارث کی طرف بڑھی۔ ”میں تو تمہیں نہیں جانتی۔“ اُس نے کہا اور چند قدم کے فاصلے پر ٹھہر گئی۔

”میں مارکوس سے واقف ہوں۔“ حارث نے کہا۔

”اچھا، مجھے بھی بتاؤ، وہ کون ہے۔“ لڑکی کا لہجہ نرم تھا۔

”میں تنہائی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔“ حارث نے ڈور مین کو دیکھتے ہوئے کہا۔

ڈور مین بے چینی سے پہلو بدل کر رہ گیا۔

وہ کچھ دیر سوچتی اور اُسے بہ غور دیکھتی رہی پھر بولی۔ ”چلو اُوپر۔“ اس کے بعد وہ بڈھے ڈور مین سے مخاطب ہوئی۔ ”مسٹر اینجلو“ پانچ منٹ بعد مجھے فون کرنا۔ میں بتاؤں گی کہ یہ صاحب واپس جا رہے ہیں یا نہیں۔“

”بہت بہتر خاتون۔“

وہ دونوں لفٹ میں داخل ہوئے۔ حارث نے پہلی بار اُسے غور سے دیکھا۔ وہ خاصی خوبصورت تھی۔ دوسری طرف وہ بھی اُسے بہ غور دیکھ رہی تھی۔

تیسری منزل پر لفٹ کا دروازہ کھلا اور وہ اُسے اپنے اپارٹمنٹ میں لے آئی۔ اپارٹمنٹ کا دروازہ کھلا ہی چھوڑ آئی تھی۔ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر وہ رک گئی۔ ”ہاں، اب بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟“

”میں مارکوس سے تین سال پہلے لاس اینجلز میں ملا تھا، میں یقیناً اُسے یاد ہوں گا۔“

”لیکن میں تو مارکوس نہیں جانتی۔“

”ایک منٹ۔“ حارث نے ہاتھ اُٹھا کر کہا پھر اُس نے کمرے کا جائزہ لیا۔ ٹیلی فون کی طرف بڑھا اور ریسور اُٹھا لیا۔ اُس نے ریسیور لا کے صوفے پر رکھا اور اُس کے اوپر دو نرم کشن رکھ دیے۔ لڑکی حیرت سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ ”اس فون میں بگ موجود ہے“۔ حارث نے وضاحت کی۔

”تم کون ہو اور تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟“

”جن لوگوں نے یہ بگ فٹ کیا ہے، میں اُن کے لیے کام کر رہا ہوں۔ مجھے مارکوس کی تلاش پر مامور کیا گیا ہے۔ معاوضہ بہت اچھا ہے۔ اُن لوگوں کو صرف اتنا علم ہے کہ تم مارکوس کی دوست ہو اور یہاں رہتی ہو۔ میں نے یہ کام صرف اس لیے قبول کیا کہ مجھے رقم کی ضرورت ہے لیکن میرا خیال ہے، مارکوس مجھے زیادہ رقم دے سکتا ہے۔“

لڑکی بدستور اُسے گھورتی رہی۔ اُسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ لڑکی نے ریسیور اُٹھایا اور ماؤتھ پیس میں کہا۔ ”شکریہ مسٹر اینجلو، میرا مہمان کچھ دیر ٹھہرے گا۔“ پھر اُس نے ریسیور کو

دوبارہ کشن کے نیچے دبادیا۔اب وہ حارث سے مخاطب ہوئی۔''میں مارکوس نام کے کسی آدمی سے واقف نہیں ہو۔''

''تم جانتی ہو اُسے۔میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے اُس کی بات کرادو،فون پر ہی سہی۔''

اس بار وہ دیر تک سوچتی رہی۔شاید فیصلہ بہت پیچیدہ تھا۔''ٹھیک ہے، میں کسی فون بوتھ سے اُسے فون کروں گی۔'' بالآخر اس نے کہا۔''اور اگر تم نے میرا پیچھا کیا تو میں ہرگز فون نہیں کروں گی۔'' حارث نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔لڑکی نے بیڈ روم کا دروازہ مقفل کیا۔اپنا فرکوٹ پہنا اور پرس سنبھالتے ہوئے بولی۔''بیڈ روم میں گھسنے کی کوشش نہ کرنا۔'' پھر وہ اپارٹمنٹ سے نکل گئی۔حارث کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔

ایک منٹ بعد لڑکی اپارٹمنٹ ہاؤس کے دروازے سے نمودار ہوئی اور تیز قدموں سے چلتی ہوئی پہلے موڑ تک پہنچی اور نظروں سے اوجھل ہو گئی۔حارث سوچتا رہ گیا کہ کہیں اُس نے لڑکی کو کھو تو نہیں دیا پھر سر جھٹک کر وہ کچن کی طرف گیا۔فریج سے برانڈی کی بوتل نکال کر اُس نے ایک جام بنایا اور کھڑکی کی طرف پلٹ آیا۔کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔اُس نے ریسیور اُٹھایا۔''نیچے آجاؤ۔'' دوسری طرف سے لڑکی کی آواز سنائی دی۔

حارث اپارٹمنٹ سے نکلا اور نیچے آیا۔وہ ہال میں کھڑی تھی۔اُس کو لفٹ سے نکلتا دیکھ کر باہر کی طرف چل دی۔حارث لپک کر اُس کے پاس پہنچا۔

''پانچ منٹ بعد تم مارکوس سے بات کر سکو گے۔'' اُس نے کہا۔''وہ خود رنگ کرے گا۔''

حارث اُس کے ساتھ چلتا رہا۔موڑ کے کوئی سو گز آگے وہ فون بوتھ تھا۔اس وقت بوتھ میں کوئی شخص کال کرنے میں مصروف تھا۔وہ سردی سے ٹھٹھرتے انتظار کرتے رہے۔لڑکی کا بدن کپکپا رہا تھا۔خدا خدا کر کے بوتھ خالی ہوا۔وہ فون بوتھ میں گھسے۔فوراً ہی فون کی گھنٹی بجی۔الزبتھ نے ریسیور اُٹھایا۔موجود ہے۔'' یہ کہہ کر اُس نے ریسیور حارث کو دے دیا۔تین سال سے رابطہ ہونے کے باوجود حارث نے اُس کی آواز پہچان لی۔

''الزبتھ نے تمہیں بتایا......''

''ہاں۔یہ بتاؤ،تمہیں کس نے یہ کام سونپا ہے؟''

''یہ تمام باتیں ملنے پر ہوں گی۔''

اچانک مارکوس کے لہجے میں تھکن اور فکرمندی اُتر آئی۔''میں اُس پرندے کی طرح ہوں جو فضا میں بے سود چکرا رہا ہو۔کچھ سمجھ میں نہیں آتا،کیا کروں تمہارے سلسلے میں بھی یہی کیفیت ہے۔''

حارث کو اُس کی آواز میں خوف جھلکتا محسوس ہوا۔''تم کسی مشکل میں ہو؟''اُس نے پوچھا۔''اور اگر ہو تو کس کی طرف سے؟''

''طویل کہانی ہے۔یہ بتاؤ کہ جنہوں نے تمہیں الزبتھ کے پیچھے لگایا،اُنہوں نے تمہیں سودے کی نوعیت کے متعلق بھی بتایا؟''

''ہاں،لاطینی امریکا کا ایک ملک......''

''کون سا ملک؟''

''وہ مجھے چالیس ہزار ڈالر دے رہے ہیں،تم اپنی پیش کش کے بارے میں بتاؤ۔''

دوسری طرف چند لمحے خاموشی رہی،جیسے مارکوس ذہنی طور پر حساب کتاب میں مصروف ہو۔پھر اُس کی آواز اُبھری۔''میں تمہیں اس سے زیادہ دوں گا۔میں تم سے کام بھی لے سکتا ہوں،تم کہاں ٹھہرے ہوئے ہو؟''

''ہالٹن میں۔''

''ٹھیک ہے، میں تمہیں پانچ بجے الزبتھ کے اپارٹمنٹ میں کال کروں گا۔''

''لیکن وہ تو بگڈ ہے۔''

''میں تمہیں صرف وقت دوں گا۔اُس وقت پر تم اسی بوتھ میں پہنچ جانا،جہاں سے کال کر رہے ہو۔اور حارث،محتاط رہنا،بہت خطرناک معاملہ ہے،اب ریسیور الزبتھ کو دے دو۔''

حارث نے ریسیور الزبتھ کو دے دیا۔جو معموں میں بات کرتی رہی پھر اُس نے ریسیور ہک پر لٹکا دیا۔وہ باہر نکل آئے۔اپارٹمنٹ کے دروازے پر وہ رکی۔''تم پانچ بجے آنا،کال کے وقت۔'' اُس نے حارث سے کہا۔

''میں اپنا آدھا جام اُوپر ہی چھوڑ آیا تھا۔'' حارث نے شیشے کا دروازہ دھکیلتے ہوئے

کہا۔ الزبتھ نے مزید بحث نہیں کی۔

اپارٹمنٹ پہنچتے ہی وہ کچن میں چلی گئی۔ حارث جام اُٹھا کر کھڑکی کی طرف چل دیا۔ ''کچھ کھاؤ گے؟'' الزبتھ نے کچن میں سے پوچھا۔

''اگر کچھ مل جائے تو انکار نہیں کروں گا۔'' حارث نے کہا اور کچن کی طرف چل دیا۔ ''تم مارکوس سے آخری بار کب ملی تھیں؟ وہ کہاں رہ رہا ہے؟'' اس نے پوچھا۔

وہ فرائنگ پین میں انڈے توڑ رہی تھی۔'' بارہ دن پہلے نیویارک میں ملی تھی اُس سے۔'' اُس نے نظریں اُٹھائے بغیر جواب دیا۔ ''یہاں آنے کے بعد سے نہیں ملی ہوں۔ دو دن پہلے فون کر کے اُس نے مجھے ایک نمبر دیا تھا۔''

''مجھے مل سکتا ہے وہ نمبر؟''

''نہیں۔'' الزبتھ نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔ ''یہ بتاؤ، تم اُس کے مخالفین کے لیے کام کیوں کر رہے ہو؟''

''اب سے دس منٹ پہلے تک میں سمجھ رہا تھا کہ صورتِ حال میرے قابو میں ہے۔'' حارث نے اُس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ ہے کہ نیچے ہرے رنگ کی ایک شیورلیٹ موجود ہے۔'' اس میں بیٹھے ہوئے شخص نے فون بوتھ تک ہمارا تعاقب کیا تھا۔''

الزبتھ نے فرائنگ پین چولھے سے اُتار کر ایک طرف رکھا اور چند لمحے خالی خالی تکتی رہی پھر وہ کچن سے نکل کر ڈرائنگ روم کی کھڑکی کی طرف بڑھ گئی۔ حارث اُس کے پیچھے تھا۔ الزبتھ نے کھڑکی سے دیکھا، نیچے واقعی ہری شیورلیٹ موجود تھی۔ البتہ وہ کار میں موجود شخص کے خدوخال نہیں دیکھ سکتی۔ ''تمہیں یقین ہے کہ اُس نے ہمارا تعاقب کیا تھا؟'' اُس نے حارث سے پوچھا۔

حارث نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ اُسے بہ غور دیکھ رہا تھا۔ پہلے اُس کے چہرے پر اُلجھن تھی لیکن اب اُلجھن کی جگہ خوف نے لے لی تھی۔ وہ کچن میں گیا۔ اس بار اُس نے دو جام بنائے۔ وہ واپس آیا تو الزبتھ بدستور کھڑکی سے جھانک رہی تھی۔ اُس کے چہرے پر تشویش

اور خوف کے سائے لرز رہے تھے۔ حارث نے جام اُس کی طرف بڑھایا۔ اُس نے جام لیا اور تھکے تھکے انداز میں کاؤچ پر ڈھیر ہو گئی۔

حارث اُس کے برابر بیٹھ گیا۔ ''مارکوس نے کبھی تمہیں میرے بارے میں بتایا؟'' اُس نے پوچھا۔ الزبتھ نے نفی میں سر ہلایا۔ ''ہم لاس اینجلز میں ملے تھے۔'' حارث نے اُسے بتایا۔ ''میں پولیس میں تھا مجھے پانچ لاکھ ڈالر کا فراڈ کا کیس تفتیش کے لیے دیا گیا۔ مارکوس سرغنہ تھا۔ کیس میں چند افراد اور ملوث تھے۔ مارکوس نے بڑی صفائی سے کام کیا تھا اور جانتا تھا کہ اُسے گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔ وہ اکثر مجھے مدعو کرتا تھا کہ میں اُسے تفتیش کے متعلق بتاؤں۔ اُس کے پارٹنرز کے خلاف تحقیقات جاری تھیں لیکن وہ بہت مطمئن تھا۔ اُس کی بدمعاشی کے باوجود میں اُس کی ذہانت کو سراہے بغیر نہ رہ سکا۔''

''مجھے بتاؤ، یہ نیچے موجود شخص کون ہے؟'' الزبتھ نے تیز لہجے میں پوچھا۔ شاید اُس کا خیال تھا کہ وہ اُس سے حقیقت چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔

''مجھے نہیں معلوم لیکن تم فکر نہ کرو۔ وہ اوپر آیا تو میں اُس سے نمٹ لوں گا۔ میرے پاس ریوالور ہے۔''

''ایسے ہی شوٹ کر دو گے، بغیر جانے بوجھے؟ کیا پتا، اس کا تعلق پولیس سے ہو۔''

حارث اُس لمحے اس خوبصورت لڑکی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا جو مارکوس کے جال میں بری طرح پھنسی ہوئی تھی۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ اس کے ساتھ کیا رویہ رکھے، اگر اُس سے کوئی کام کی بات اگلوانی تھی تو ضروری تھا کہ وہ اُسے خوفزدہ ہونے سے بچائے۔ ''تم فکر نہ کرو، میں شناختی کاغذات دیکھے بغیر کبھی کسی کو شوٹ نہیں کرتا۔'' اُس نے کہا۔

الزبتھ نے چونک کر اُسے دیکھا پھر اُسے احساس ہوا کہ وہ مذاق کر رہا ہے۔ اُس نے جام سے دو طویل گھونٹ لیے۔ حارث نے کچن میں جا کر چولھا بجھا دیا۔ اُس نے کھانے کا پروگرام ملتوی کر دیا۔ الزبتھ سے سوالات کرنا کھانے سے زیادہ اہم تھا۔ اُس نے جلدی سے دو جام بنائے۔

الزبتھ نے کہا۔ ''میں اور نہیں پیوں گی۔''

''بس، ایک جام اور۔'' حارث نے اصرار کیا۔ ''اگر مجھے رقم کی ضرورت نہ ہوتی تو

میں یہ کام کبھی قبول نہ کرتا۔ مجھے مکمل معلومات فراہم نہیں کی گئیں۔'' وہ کچن سے نکل آیا۔

الزبتھ نے جام تھامتے ہوئے کہا۔'' حالانکہ اس کی وجہ سے مارکوس کے لیے خطرات بڑھ گئے ہیں۔''

''میرے خیال میں وہ پہلے ہی اپنے لیے مصیبتیں خرید چکا تھا۔ اُس نے تمہیں بھی مصیبت میں پھنسا دیا۔ تم مجھے کچھ بتانا پسند کرو گی؟

الزبتھ خاموش رہی۔ اگلے ایک گھنٹے حارث اُسے پلاتا رہا۔ اور وہ تھوڑا تھوڑا کر کے کھلتی رہی۔ اس نے بتایا کہ وہ پہلی بار مارکوس سے کب اور کیسے ملی تھی۔ یہ بات قطعاً غیر اہم تھی لیکن خوش آئند بھی تھی کہ وہ کھل رہی ہے۔ حارث اس دوران اُسے اپنے بارے میں بتاتا رہا۔ وہ بڑی توجہ سے سنتی رہی۔ حارث نے اپنی زندگی اُس کے سامنے پوری طرح کھول کر رکھ دی۔

اچانک حارث کو احساس ہوا کہ الزبتھ پریشان ہے۔ مارکوس کی کال کے بعد سے...... مارکوس نے اُس سے نہ جانے کیا کہا ہوگا پھر الزبتھ کی اچانک بے تکلفی نے اُسے سب کچھ سمجھا دیا۔ اس بے تکلفی میں بھی کھنچاؤ تھا، کراہیت تھی۔

''اُس نے تم سے یہی کہا ہے نا کہ اپنے حسن کی رشوت دے کر مجھ سے معلومات حاصل کرو۔''

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''مجھے رشوت کی ضرورت نہیں۔ میں نے تو ویسے ہی تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے۔''

حارث نے گھڑی پر نگاہ ڈالی اور بولا۔''سوا چھ بجے ہیں۔ اُس نے پانچ بجے فون کرنے کو کہا تھا۔ میں ہوٹل میں ہوں۔ کوئی خطرہ محسوس ہو تو مجھے فون کر دینا۔ مارکوس رابطہ قائم کرے تو مجھے فون کر دینا۔ اپارٹمنٹ تک ہی محدود رہنا۔ آدمی پہچانے بغیر کبھی دروازہ نہ کھولنا۔ تمہیں اب محتاط رہنا ہوگا۔''

وہ نیچے اُترا اور اپنی کار میں آ بیٹھا۔ سبز شیورلیٹ موجود نہیں تھی۔ وہ کار میں بیٹھا رہا۔ آٹھ بجے الزبتھ کے اپارٹمنٹ کی بتی بجھ گئی۔ سبز شیورلیٹ ابھی تک واپس نہیں آئی تھی۔ اُس نے انجن اسٹارٹ کیا اور کار آگے بڑھا دی۔ ہوٹل پہنچتے ہی اُس نے روم سروس کو فون کر کے کھانا منگوایا۔ اُس نے فون رکھا ہی تھا کہ گھنٹی بجی۔ دوسری طرف سے سلوکم بول رہا تھا۔'' میں

ہال میں ہوں، اوپر آ رہا ہوں۔'' سلوکم نے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔

دو منٹ بعد دروازہ کھلا اور سلوکم کمرے میں داخل ہوا۔ وہ بہت غصے میں تھا۔''لڑکی کے اپارٹمنٹ میں کیا ہوا؟ تم نے کہا...... ایک منٹ، اس کے بعد ہمارا ریسیور خاموش ہو گیا۔ تم نے گڑبڑ کی...... کیوں؟''

حارث سنبھل کر بیٹھ گیا''میں اپنے کام کے بارے میں تفصیل سے جاننا چاہتا ہوں۔''

''مجھ سے سیدھی سیدھی بات کرو۔ ہمارے ساتھ ہو یا ہمارا ساتھ چھوڑ رہے ہو؟'' سلوکم نے سخت لہجے میں پوچھا۔

''ممکن ہے، تمہارا ساتھ چھوڑ دوں۔ اس صورت میں تمہارا ردعمل کیا ہوگا؟''

سلوکم ایک لمحے کو فکر مند نظر آیا۔ معاوضہ بڑھوانا چاہتے ہو؟ کتنا؟''

حارث نے نفی میں سر ہلایا۔''تم جانتے ہو، بات صرف اتنی سی ہے کہ میں معاملے کی نوعیت سے پوری طرح واقف ہونا چاہتا ہوں۔ میں نے تمہارے بگ کو بیکار کر کے لڑکی سے یہی بات پوچھی اور پھر مارکوس سے۔''

''کیا! کیا تم مارکوس سے بھی مل لیے؟'' سلوکم نے ہیجانی لہجے میں کہا۔

''نہیں، فون پر بات کی تھی۔''

''ناممکن، کال کی حد تک بگ کام کر رہا تھا۔''

''لڑکی نے مجھے ایک فون بوتھ میں لے گئی تھی، مارکوس نے وہاں رنگ کیا تھا۔''

''کوئی کام کی بات نہیں ہوئی۔ اُس نے دوبارہ فون کرنے کو کہا تھا لیکن نہیں کیا۔ وہ خوفزدہ معلوم ہو رہا تھا۔''

''خوفزدہ! کس بات سے؟''

''یہ تو مجھے معلوم نہیں۔''

''کال لوکل تھی؟''

''میرا اندازہ تو یہی ہے کہ وہ یہیں موجود ہے۔''

''لعنت ہے، تو پھر وہ رابطہ کیوں نہیں کرتا ایکلن سے ہمارے پاس سودا مکمل کرنے کے لیے چار ہفتے کی مہلت ہے اور وہ مردود رابطہ قائم نہیں کر رہا ہے۔''

حارث نے بہ غور اُسے دیکھا۔ وہ فکر مند بھی تھا اور نروس بھی۔ ''میرے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے۔''

سلوکم چند لمحے اُسے نگاہوں میں تولتا رہا پھر اُس نے پوچھا۔ ''اب تم کیا کرو گے؟''

''کھانا کھاؤں گا، وہ سونے کے لیے لیٹ چکی ہے۔''

''اور صبح؟''

''صبح معمول کے مطابق اُس کی نگرانی کروں گا۔''

''اُسی وقت ویٹر کھانا لے آیا۔ ویٹر کے جانے کے بعد حارث نے کھانے پر جھکتے ہوئے کہا۔ ''سبز شیور لیٹ میں ایک شخص لڑکی کے اپارٹمنٹ کی نگرانی کر رہا تھا۔''

سلوکم جو باہر جانے کے لیے دروازہ کھول چکا تھا، بری طرح چونکا۔ ''کیا ...... نگرانی؟'' حارث نے اثبات میں سر ہلایا۔ لیکن یہ ناممکن ہے۔''

''اُس نے فون بوتھ تک ہمارا تعاقب کیا تھا اور پھر دوبارہ کار میں جا بیٹھا تھا۔ سات بجے تک وہ موجود رہا پھر پولیس والوں کی طرح جیسے اپنی ڈیوٹی پوری کر کے چلا گیا۔''

''کیا بکواس ہے، میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا۔'' سلوکم جھنجلا گیا۔ ''کل اگر وہ نظر آئے تو اُسے چیک کرو۔ پہلا کام یہی ہے کہ معلوم کرو، وہ کون ہے؟ میں رین فیلڈ کو لڑکی کی ڈیوٹی پر لگا دوں گا۔'' یہ کہہ کر وہ کمرے سے نکل گیا۔



سہاش ماناگوآ میں جنرل انٹونیو سے چوتھی ملاقات کے لیے آیا تھا۔ وہاں اس کا استقبال ایسے کیا گیا، جیسے وہ کسی ملک کا سربراہ ہو اور سرکاری دورے پر آیا ہو۔ وھیل چیئر پر لایا گیا تھا اور اُس کے ہمراہ ایک پورا وفد بھی تھا۔ جنرل انٹونیو نے معذرت خواہانہ انداز میں مملکت کے اہم عہدے داروں سے سہاش کا تعارف کرایا۔ اُس کا انداز ایسا تھا، جیسے وہ سہاش کو زحمت دے رہا ہو لیکن سہاش اُن تمام لوگوں کی اہمیت سے بہ خوبی واقف تھا۔ وہ محض وزراء اور سیکریٹری نہیں، وہ لوگ تھے جن کے بل پر انٹونیو اپنا اقتدار قائم رکھے ہوئے تھا۔ سہاش کو محل کے مہمان خانے میں لایا گیا، جسے اُس کے لیے بہ طور خاص آراستہ کیا گیا تھا۔

کچھ دیر بعد سہاش اور جنرل انٹونیو مہمان خانے میں تنہا رہ گئے۔ ''میرا خیال ہے،

مذاکرات مکمل ہو چکے ہیں مسٹر گپتا اور صرف معاہدے پر دستخط ہونے ہیں۔'' جنرل نے کہا۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس ملاقات کا مقصد کیا ہے؟''

''ایک تو میں اپنے ڈیزائنرز کو محل کا مشرقی حصہ دکھانا چاہتا تھا تاکہ وہ اس پر تبدیلیوں کی پلاننگ کر سکیں۔ دوسرے ہمارے مذاکرات کے ایک نکتے پر کام نہیں ہوا ہے۔ اہم نہ سہی لیکن وہ مسئلہ حل ہو جانا چاہیے۔''

''اب تم مجھ سے کیا چاہتے ہو مسٹر گپتا؟'' جنرل کے لہجے میں بیزاری تھی۔ اُس کی دانست میں سہاش اور اُس کے ساتھی سرمایہ داروں نے زبردست سودے بازی کی تھی۔ اب مزید کوئی مطالبہ اُس کے نزدیک قابلِ غور نہیں ہو سکتا تھا۔

''ایک ماہ پہلے بات ہوئی تھی۔ تم نے کہا تھا کہ تم اپنی انٹیلی جنس کے ذریعے اس سودے کے سلسلے میں امریکی حکومت کے ردِعمل کا اندازہ لگاؤ گے۔ میں بنیادی طور پر بھارتی ہوں لیکن مجھ سمیت میرے تمام ساتھیوں کی بیشتر صنعتیں امریکا ہی میں قائم ہیں۔ امریکی حکومت کے ردِعمل کی ہمارے نزدیک بہت زیادہ اہمیت ہے۔''

جنرل چند لمحے سوچنے کے بعد بولا۔ ''موجودہ امریکی صدر بے حد نرم مزاج ہے۔ وہ اور اُس کی انٹیلی جنس کو دو باتوں کا علم ہے۔ پہلی تو یہ ہے کہ اس ملک میں سموزا فیملی کے اقتدار کے دن گنے جا چکے ہیں، دوسری یہ کہ یہاں کمیونسٹوں کا اثر و نفوذ بڑھ رہا ہے۔ میرا اور میری انٹیلی جنس کا خیال ہے کہ وہ کمیونسٹ حکومت پر آپ لوگوں کی سرمایہ دارانہ حکومت کو ترجیح دیں گے۔''

''کمال ہے، ویت نام میں جو کچھ ہوا۔ وہ بالکل مختلف تھا۔'' سہاش نے اعتراض کیا۔ ''وہاں امریکی حکومت نے دس لاکھ آدمی مار دیے اور آخر میں ویت نام کو کمیونسٹوں کے سپرد کر دیا۔''

''مسٹر گپتا۔ تمہارا اسٹائل خالص امریکی ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ ہر مسئلے کا حل منصوبہ بندی ہے۔ لیکن اس بار تم کوئی جہاز نہیں بلکہ ایک بڑا ملک خرید رہے ہو۔ جہاز کے ساتھ عملہ ہوتا ہے۔ اس عملے کو قابو میں رکھنا ہوتا ہے پھر سمندری سفر ہموار بھی ہوتا ہے اور طوفانی بھی اور طوفان کی آمد کا پہلے سے علم نہیں ہوتا۔ طوفان کو گفت و شنید اور مذکرات کے ذریعے نہیں روکا جا سکتا۔ ہم چالیس سال سے یہ ملک چلا رہے ہیں اور ہمیں امریکی حکومت کی مدد حاصل رہی ہے لیکن

اب امریکا ہماری مدد سے ہاتھ کھینچ رہا ہے۔ یہ فیشن ہے۔ تم اور تمہارے ساتھی اس سودے کے ذریعے اس ملک کو بچا لو گے، ورنہ یہی حال رہا تو بیس سال بعد جنوبی امریکا کا ہر دارالحکومت ہوانا ہوگا اور ہر ملک کیوبا۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں۔ میں اور میرے ساتھی پیچھے ہٹنے والے نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں، تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔"

"مسٹر گپتا! سات ماہ سے مذاکرات چل رہے ہیں۔ معاہدے پر دستخط کے لیے تین مقرر کردہ تاریخیں گزر چکی ہیں۔ اب یہ چوتھی تاریخ ہے 5۔ جون...... اور یہ آخری تاریخ ہے۔"

"ہاں، بشرطیکہ تم اور تمہارے مشیر ہمیں آخری آئٹم فراہم کر دیں۔"

"وہ کیا؟" جنرل نے بیزاری سے پوچھا۔

"تم نے اور تمہاری گورنمنٹ نے مجھے جو اعداد وشمار کی فائلیں اور ضروری کاغذات فراہم کیے ہیں، اُن کا وزن ایک ٹن سے زیادہ ہے۔ ہمارے لیے یہ دردِ سر بن گیا ہے۔ ہم گوشواروں کے آدمی ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تمہارے آدمی ہمیں ایک مکمل فہرست فراہم کر دیں۔ پہلے دن سے پچاسویں دن تک۔ پہلا دن معاہدے پر دستخط کا ہے۔ اس روز جنرل سینڈر کی جگہ ہمارے آدمی جنرل زیلیٹا کی تقرری کا اعلان ہوگا۔ اُس روز محل، ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن کی حفاظت کا خصوصی بندوبست کیا جائے گا۔ جنرل سینڈر عوام میں مقبول ہے، چنانچہ کچھ علاقوں میں کرفیو کے امکانات کو بھی پیش نظر رکھنا ہوگا۔ پہلے ہفتے کے اختتام پر پولیس چیف کی تبدیلی ہوگی۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو نا؟"

"اس سلسلے میں تمام جزئیات پہلے ہی طے پا چکی ہیں۔" جنرل انٹونیو نے کہا۔

"میں ان جزئیات کو ایک دستاویز کی شکل میں دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ میرے پارٹنرز مطمئن ہو جائیں۔" سہاش نے کہا۔ "اس طرح سب کچھ زیادہ سے زیادہ سو صفحات میں سمٹ جائے گا۔ پچاس دن کے متعلق سو صفحات۔ تم کس موقع پر کس ردعمل کی توقع کر رہے ہو اور اُس سے کس طرح نمٹو گے۔ وہ پچاس دن تم کیسے گزارو گے۔ میں یہاں پچاسویں دن آؤں گا۔

میرے ساتھی اعداد وشمار کے ماہر نہیں لیکن بے حد ذہین ہیں۔ مجھے ان کی ذہانت کو صحیح طور پر استعمال کرنا ہے۔ یہ صورت حال ایک چیلنج ہے۔ اس سے پہلے کبھی کسی ملک کا انتظام جینئس کاروباریوں نے نہیں سنبھالا، سمجھ رہے ہو نا۔"



حارث اپنے ہوٹل سے الزبتھ کے اپارٹمنٹ ہاؤس کے لیے نکلا تو شہر سے کہر چھٹ رہی تھی۔ البتہ بندرگاہ کا علاقہ اب بھی کہر کی لپیٹ میں تھا۔ تین گھنٹے تک وہ اپنی کار میں بیٹھا الزبتھ کے اپارٹمنٹ کی بند کھڑکی کو تکتا رہا۔ اس دوران وہ وقفے وقفے سے انجن اسٹارٹ رکھتا رہا تھا۔ اب گیارہ بجے تھے۔ مارکوس کی تلاش شروع کیے اُسے تیسرا دن تھا۔ اُسے اپنے اہم ترین سوالوں کا اب تک کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ وہ ایک پیچیدہ کھیل میں ملوث تھا، جس کا ایک ہی ضابطہ تھا اور وہ یہ کہ اُ ، ہر ضابطے سے محروم رکھا جائے۔ اُس کی چھٹی حس بتا رہی تھی کہ کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے...... ہو کر رہے گا۔

اُس نے گھڑی دیکھی اور فیصلہ کیا کہ الزبتھ اب یقیناً اُٹھ گئی ہوگی۔ اُسے اوپر جانا چاہیے۔ اب وہ کار سے نکلنے کے متعلق سوچ ہی رہا تھا کہ اُس کی نظر عقب نما آئینے کی طرف اُٹھ گئی۔ ایک سرخ کار اُس کی کار کے عین پیچھے پارک کی جا رہی تھی۔ کار میں چار افراد تھے۔ لیکن وہ دُھندلائے ہوئے ونڈ اسکرین کی وجہ سے اُن کی شکلیں دیکھنے سے قاصر تھا۔ ویسے بھی انہوں نے اپنے پارکا کے کالر اٹھا رکھے تھے۔ کار کے اندر ماحول اتنا سرد تو نہیں ہوتا۔ ابھی وہ غور ہی کر رہا تھا کہ سرخ کار کا ڈرائیور باہر نکلا۔ اُس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اُس نے اندھا دُھند حارث کی کار پر فائرنگ شروع کر دی۔

ایک لمحے کو تو حارث بت بن کر رہ گیا پھر اُس نے تیزی سے اپنی کار اسٹارٹ کی۔ اُس کی کار کے عقبی پہیوں نے برف اُڑائی۔ فائر کرنے والا اُس برف کی زد میں آیا۔ حارث کی کار گولی کی طرح آگے بڑھی۔ اُس شخص نے مزید فائر کیے اور پھر جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ پر چھلانگ لگا دی۔

حارث نے اپنی کار کو بائیں جانب موڑا۔ اُسے کہیں موقع پا کر کارروائی کرنی تھی۔ اُس کا ریوالور کار کی ڈکی میں رکھے ہوئے بیگ میں تھا۔ ریوالور نکالنے کے بعد اُسے اُن کا پیچھا کرنا

تھا۔وہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ کون ہیں اور اس اچانک دیوانگی کا کیا مقصد ہے۔سو گز آگے ایک چوراہے پر اُس نے کار موڑی اور بریک لگائے پھر اُس نے لپک کرڈ کی کھول کر بیگ میں سے اپنا ریوالور نکالا۔اس دوران سرخ کار چوراہے سے سیدھی نکلی چلی گئی اُس نے کار اسٹارٹ کی، یوٹرن لیا اور اپنی کار کو اُس سڑک پر دوڑا دیا، جس پر سرخ کار گئی تھی۔دس منٹ بعد اسے اندازہ ہو گیا کہ تعاقب بے سود ہے۔سرخ کار کسی بھی موڑ پر مڑ گئی ہو گی۔

پندرہ منٹ بعد اپارٹمنٹ ہاؤس کی طرف واپس آ گیا۔اُس نے گاڑی کچھ پیچھے کھڑی کی۔جہاں فائرنگ ہوئی تھی، وہاں دس بارہ افراد جمع تھے۔وہ ہیجانی انداز میں اشارے کرتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔پھر حارث نے ایک پولیس کار کو جائے وقوعہ کی طرف جاتے دیکھا۔حارث اپنی کار سے اُترا۔اُس نے دیکھ لیا تھا کہ اپارٹمنٹ ہاؤس کا ڈورمین بھی ہجوم میں موجود ہے۔اُس نے خاموشی سے سڑک کراس کی اور لفٹ میں بیٹھ کر تیسری منزل پر جا اُترا۔

الزبتھ کا چہرہ چغلی کھا رہا تھا کہ وہ گزشتہ رات ٹھیک طرح سے نہیں سو سکی ہے۔تاہم اُس نے گرم جوشی سے حارث کا خیر مقدم کیا۔"یہ نیچے کیا ہو رہا ہے۔پہلے فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں پھر لوگوں کا شور، اور ابھی میں نے پولیس کو آتے دیکھا ہے۔"

حارث نے سمجھ لیا کہ الزبتھ کو صورتِ حال کا بالکل علم نہیں ہے۔"مجھے نہیں معلوم، شاید کوئی حادثہ ہوا ہے۔تمہارا ڈورمین بھی نیچے موجود نہیں تھا۔" اُس نے جواب دیا۔

"مارکوس نے فون نہیں کیا۔" الزبتھ نے اُسے بتایا۔

حارث کو کوئی حیرت نہیں ہوئی۔"تو کیا تمہیں توقع تھی کہ وہ فون کرے گا؟" اُس نے پوچھا۔

"ہاں۔"

حارث اُسے کوٹ پہنتے دیکھتا رہا۔"کہیں جا رہی ہو؟"

"ہاں، مجھے باہر نکلے دس دن ہو گئے ہیں۔اب میرا دم گھٹنے لگا ہے" میں پاگل ہو جاؤں گی۔" الزبتھ نے تند لہجے میں کہا پھر پوچھا۔"وہ شیورلیٹ والا اب بھی نیچے موجود ہے؟"

"نہیں، اچھا چلو دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ۔"

وہ باہر نکل آئے مجمع چھٹ چکا تھا۔البتہ دو آدمی پولیس والوں سے باتیں کر رہے

تھے..... وہ کار میں آ بیٹھے۔حارث نے ہالٹن کے قریب ایک فرانسیسی ریسٹورنٹ کے سامنے کار روک دی۔اُسی وقت اُسے سڑک کے دوسری طرف سبز شیورلیٹ کھڑی نظر آئی۔کار میں وہی آدمی موجود تھا۔جسے اُس نے گزشتہ روز دیکھا تھا۔اُس نے کار کے بارے میں بتا کر الزبتھ کو ہراساں کرنا مناسب نہ سمجھا۔

ریسٹورنٹ تقریباً خالی تھا۔وہ دیر تک مینو سے اُلجھتے رہے۔درحقیقت اُنہیں ایک دوسرے کی قربت عجیب لگ رہی تھی۔سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا بات کی جائے۔ویٹر کو آرڈر دینے کے بعد حارث نے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کی کوشش کی لیکن اُسے اندازہ ہو گیا کہ یہ خاصا مشکل کام ہے۔ایک طرف تو وہ خود پر نامعلوم افراد کے حملے کی وجہ سے اُلجھن میں تھا۔دوسری طرف وہ اجنبی لڑکی جو اب اُسے اجنبی نہیں لگتی تھی۔

"مجھے اپنے بارے میں بتاؤ" حارث نے الزبتھ سے کہا۔"

الزبتھ چند لمحے سوچتی رہی پھر بولی۔"میں نیو یارک میں پیدا ہوئی۔نو سال کی عمر تک وہیں رہی پھر میں دس سال یونان میں رہی۔میرا باپ یونان میں پیدا ہوا تھا۔وہ جتنی تیزی سے دولت کماتے تھے، اتنی ہی تیزی سے گنوانے کے عادی تھے۔زندگی میں دو بار وہ قلاش ہوئے۔دونوں بار اُنہوں نے مجھے میری پھوپی کے پاس ایتھنز بھیج دیا۔یونان کا طرزِ زندگی بے حد قدامت پسندانہ تھا۔19 سال کی عمر میں، میں امریکا واپس آئی۔چار سال بعد مارکوس سے ملاقات ہوئی۔میں پانچ سال سے اُس کے ساتھ ہوں۔زیادہ تر وقت میں اُس کی منتظر رہتی ہوں اور اُس کے فون کالز، تحفوں اور وعدوں کے سوا کچھ نہیں ملتا۔"

"تمہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ وہ کیسا آدمی ہے؟"

"کیا فرق پڑتا ہے۔" الزبتھ نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔"وہ اپنی فطرت سے مجبور ہے۔میکسیکو میں چھ ماہ اُس نے بڑے ڈھنگ سے ایک بینک میں ملازمت کی لیکن اس تمام عرصے میں وہ ناخوش اور غیر مطمئن رہا۔وہ صرف اپنے لیے کام کرنا چاہتا ہے اور ایسا صرف ایک ہی حیثیت میں ممکن ہے..... جھوٹ بولنا..... بے ایمانی کرنا۔بس وہ ایسا ہی ہے وہ خود بدل نہیں سکتا۔میں نے بھی تھک ہار کر اپنی کوششیں ترک کر دیں۔"

حارث چند لمحے سوچتا رہا، پھر بولا، میرے خیال میں تمہارا تجزیہ سو فیصد درست ہے۔"

''اب تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔'' الزبتھ نے کہا۔

''کیا بتاؤں؟''

''تم شادی شدہ ہو، بچے ہیں تمہارے؟''

''میں تین سال شادی شدہ رہا پھر طلاق ہوگئی، بچہ کوئی نہیں۔''

''طلاق کیوں ہوئی؟''

''خودغرضی......حماقتیں......لیکن صرف میری۔''

''پھر بھی، کوئی وجہ تو ہوگی؟''

''میں نے شادی کر کے غلطی کی تھی۔ میں اپنے کام سے شادی کر چکا تھا۔ پولیس مین کی ملازمت ایسی ہی ہوتی ہے...... چوبیس گھنٹے کی۔ اس محکمے میں اپنی بقا کے لیے اپنے اعصاب کو ہمہ وقت کشیدہ رکھنا پڑتا ہے تاکہ کسی بھی وقت، کسی بھی بحران کا مقابلہ کامیابی سے کیا جاسکے۔ ناکامی کا مطلب موت ہوتا ہے۔''

''بحران سے کیا مراد ہے تمہاری؟''

''دیکھو نا، فرض کرو۔ میں کسی کا چالان کر رہا ہوں۔ کوئی بھی شخص جس تیزی سے ڈرائیونگ لائسنس نکالتا ہے، اُسی تیزی سے ریوالور بھی نکال سکتا ہے۔ دُنیا دیوانوں سے بھری ہوئی ہے۔ میں نے جس لڑکی سے شادی کی، وہ زندگی سے بھرپور تھی۔ میں نے سوچا، شاید مجھے زندگی سے متعارف کرادے گی، یہ میری خودغرضی تھی۔ میں اُسے استعمال کر رہا تھا لیکن بات بنی نہیں۔ وہ گھر میرا انتظار کرتی۔ کبھی ڈرتی ہوگی کہ کہیں میرے بجائے میری لاش گھر نہ آئے۔ میں واپس آتا تو شہر کی سڑکوں سے اعصابی کشیدگی سمیٹ کر ٹوٹتا چٹختا آتا۔ اُس نے تین سال اذیت اُٹھائی اور پھر میرا ساتھ چھوڑ گئی۔ میرے خیال میں اُس نے ٹھیک کیا۔'' اچانک حارث کو احساس ہوا کہ اُس نے یہ باتیں تو کبھی کسی قریبی شخص کو بھی نہیں بتائیں۔ اس کا کیا سبب ہوسکتا ہے۔ کیا اُس نے اس لیے یہ سب کچھ بتایا کہ وہ اجنبی ہے...... یا وہ چاہتا ہے کہ الزبتھ اُسے جانے، سمجھے۔

کھانا آگیا تھا۔ وہ خاموشی سے کھانا کھاتے رہے۔ اچانک حارث کو اپنی طبیعت گری گری محسوس ہوئی۔ وہ اس کی وجہ سمجھنے کی کوشش کرتا رہا۔ سڑک پر موت اُس کی تلاش میں تھی لیکن وہ اس صورتِ حال سے نمٹنا جانتا تھا۔ وہ خود کو ٹٹولتا رہا لیکن یقینی سبب سے نظریں چراتا

رہا۔ وہ اپنے مقابل بیٹھی ہوئی لڑکی کے لیے کڑھ رہا تھا، جس کے دل پر مارکوس کی حکمرانی تھی۔

کھانے سے فراغت کے بعد اُس نے الزبتھ کو سبز شیورلیٹ کے بارے میں بتایا۔ وہ خوفزدہ نظر آنے لگی۔ ''تم فکر نہ کرو۔ میرے پاس ریوالور ہے۔ میں اُسے چیک کر کے ابھی آتا ہوں۔'' اُس نے اُٹھتے ہوئے کہا پھر اُس نے ریزگاری کے لیے اپنی جیبیں ٹٹولیں۔ اُس کے پاس بیس ڈالر کے دو نوٹوں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ اُس نے الزبتھ سے کہا الزبتھ نے اپنا بیگ کھول کر پانچ ڈالر کا نوٹ اُس کی طرف بڑھا دیا۔ بیگ میں کئی کریڈٹ کارڈ فولڈر موجود تھے۔ اُس نے الزبتھ سے بل منگوانے کو کہا اور فوراً واپس آنے کا وعدہ کر کے ریسٹورنٹ سے نکل آیا۔

اُس نے سڑک کراس کی اور سبز شیورلیٹ کے قریب سے گزرا۔ کار میں بیٹھے ہوئے شخص نے اُس کی طرف بالکل توجہ نہ دی۔ حارث نے اُس کا حلیہ ذہن میں محفوظ کیا۔ چند قدم آگے ایک اپارٹمنٹ ہاؤس تھا۔ وہ اُس میں داخل ہوگیا۔ وہاں سے وہ سڑک پر نظر رکھ سکتا تھا، شیورلیٹ پر بھی اور ریسٹورنٹ کے دروازے پر بھی۔ الزبتھ نے 35 منٹ اس کا انتظار کیا۔ وہ باہر نکلی تو فکرمند تھی۔ اُس کے چہرے پر اُلجھن کا تاثر بھی تھا۔ باہر نکل کر اُس نے چاروں طرف دیکھا پھر شاید اُس نے ویٹر سے کچھ کہا، جس نے فون کر کے ٹیکسی منگوائی۔ پانچ منٹ بعد ٹیکسی آئی۔ الزبتھ ٹیکسی میں بیٹھی۔ ٹیکسی چل دی۔ اُس کا رُخ اُس کے اپارٹمنٹ ہاؤس کی طرف تھا۔ شیورلیٹ والا ٹیکسی کا تعاقب کر رہا تھا۔

حارث باہر نکلا اُس نے سڑک کراس کی اور ریسٹورنٹ میں چلا گیا۔ اُس نے ویٹر سے الزبتھ کے بارے میں پوچھا۔ بل کے بارے میں دریافت کیا، پتا چلا کہ الزبتھ نے چالیس ڈالر کا بل ڈائنرز کلب کے کریڈٹ کارڈ کی شکل میں ادا کیا ہے۔ ویٹر کے انداز میں ناپسندیدگی تھی۔ حارث نے بیس ڈالر کے دو نوٹ نکال کر اُسے تھمائے اور کارڈ واپس لے لیا۔ کارڈ پر اُس کا نام الزبتھ مورس تحریر تھا۔

وہ ریسٹورنٹ سے نکلا اور اپنی کار میں اپارٹمنٹ ہاؤس کی طرف روانہ ہوگیا۔ اُس نے پورے بلاک کا چکر لگایا لیکن سبز شیورلیٹ کہیں موجود نہیں تھی۔ اُس نے اپنی کار ایک ٹرک کے عقب میں اسٹریٹ لیمپ کے قریب ہی پارک کردی۔ اب الزبتھ کے اپارٹمنٹ کی کھڑکی سے اُسے نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔

وہ اپارٹمنٹ ہاؤس میں داخل ہوا، ڈورمین کے ذریعے الزبتھ سے اُوپر آنے کی اجازت لی اور اُس کے اپارٹمنٹ میں چلا گیا۔ ''کیا ہوا تھا؟'' الزبتھ نے اُس سے پوچھا۔

''میں نے سبز شیورلیٹ کا تعاقب کیا لیکن وہ کمبخت مجھے ڈاج دے گیا۔'' حارث نے بتایا۔ ''تم نے ریسٹورنٹ کا بل دے دیا ہوگا۔''

وہ مطمئن نظر آنے لگی۔ ''معمولی سا بل تھا۔'' اُس نے کہا۔ ''یہ شخص کون ہو سکتا ہے؟ شیورلیٹ والا۔''

''ممکن ہے، کوئی پولیس والا ہو، تمہیں ایک بات بتاؤں۔ پچھلی بار جو میں یہاں آیا تھا تو نیچے رش کیوں تھا۔ ایک آدمی نے اپنی کار سے اُتر کر مجھ پر فائرنگ کی تھی۔ کار میں تین آدمی اور تھے۔ میں نے کار کا تعاقب کیا لیکن ذرا سی چوک کی وجہ سے وہ نکل گئے۔ میں نے تمہیں نہیں بتایا کیونکہ میں تمہیں ڈرانا نہیں چاہتا تھا لیکن تمہیں یہ علم ہونا چاہیے کہ تم کتنی مصیبتوں میں گھری ہوئی ہو۔''

الزبتھ صوفے پر ٹک گئی۔ انداز سے لگتا تھا کہ کسی بھی لمحے رو پڑے گی۔ لیکن پھر اُس نے خود کو سنبھال لیا۔ ''کون تھے وہ لوگ؟''

''یہ مجھے نہیں معلوم، بس اتنا بتا سکتا ہوں کہ سرخ کار تھی اور اُس کے ڈرائیور نے مجھ پر فائرنگ کی تھی۔''

وہ کسی سوکھے پتے کی طرح لرزنے لگی۔ شاید تصور کر رہی تھی کہ کچھ لوگ اسے ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔

حارث کو احساس ہوگیا کہ وہ دو متضاد فیصلوں کے درمیان معلق ہے۔ ایک طرف تو وہ اُسی کے ذریعے مارکوس کو تلاش کرنے کا خواہش مند تھا۔ وہ بہت سے سوالوں کے درمیان گھرا ہوا تھا اور اُسے وہ جواب الزبتھ سے مل سکتے تھے۔ ''تم نے تو ایسی کوئی سرخ کار نہیں دیکھی؟ میرے خیال میں وہ کرسلر تھی۔'' اس نے پوچھا۔

الزبتھ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''تم نے مجھے اُسی وقت کیوں نہیں بتایا؟''

''میں تمہیں خوفزدہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے تم سے کچھ بات کرنا تھی۔ میں چاہتا تھا کہ وقت کے ساتھ ساتھ تم مجھ پر اعتبار کرنا سیکھ لو میں چاہتا ہوں تم میرے سوالوں کا جواب

دینے لگو۔''

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ حارث نے اُس کا ہاتھ تھاما اور اسے دلاسا دیتا رہا۔ بالآخر اُس کے بدن کی لرزش موقوف ہوگئی۔ ''تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ تم یہاں کیوں آئے ہو؟'' اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''مجھے مارکوس کی تلاش ہے۔ وہ کچھ جانتا ہے اور مجھے خدشہ ہے کہ وہ مارا جائے گا۔''

وہ پھر رونے لگی۔ چند لمحے کی خاموشی کے بعد وہ بولی۔ ''کل مارکوس نے مجھے ہدایت کی تھی کہ میں تمہیں اپنے حسن کے دام میں اُلجھاؤں۔ تم نے بھانپ لیا۔ تم نے صورتِ حال کا فائدہ نہیں اُٹھایا۔ اب میں چاہتی ہوں...... تمہیں!''

حارث حیران رہ گیا۔ ابھی کچھ دیر پہلے ریسٹورنٹ میں وہ متاسف تھا کہ وہ حسین لڑکی مارکوس کی اسیر ہے۔ اسے مارکوس کے علاوہ کوئی نظر نہیں آتا ہوگا لیکن اب......اور وہ جانتی تھی کہ اُسے چاہنے لگا ہے اور وہ اُس کی چاہت کا مثبت جواب دے رہی تھی۔ اُس نے اُسے اظہار کی مجہول زحمت سے بچا لیا تھا۔



حارث کی آنکھ کھلی تو رات کی گناہ جیسی تاریکی کمرے کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھی۔ اُس نے اپنی زندگی میں آنے والی عورتوں کو یاد کرنے کی کوشش کی لیکن اُس کے تصور میں اُس کی بیوی کا چہرہ بھی نہ اُبھرا، جس کے ساتھ اُس نے تین سال گزارے تھے پھر بھی وہ جانتا تھا کہ اس لڑکی الزبتھ کو مرتے دم تک نہیں بھول سکے گا۔

وہ اُس لڑکی کو مارکوس کے ڈوبتے ہوئے جہاز کے ساتھ غرقاب ہوتے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ مارکوس کو جلد یا بہ دیر ڈوبنا ہی تھا لیکن اُسے اندازہ تھا کہ فی الوقت الزبتھ سے اس موضوع پر بات کرنا بے سود ہوگا۔ وہ یہی سمجھے گی کہ وہ اُسے مارکوس سے چھیننا چاہتا ہے۔ یہ حقیقت تھی کہ وہ اب بھی مارکوس کی ڈوریوں سے بندھی ہوئی تھی اور وہ اُن ڈوریوں کی عادی ہوگئی تھی۔ شاید وہ عمر بھر آزاد نہ ہو سکے۔ بعض اسیروں پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے، جب اُن کے نزدیک آزادی کا مفہوم بدل جاتا ہے۔ رہائی اسیری اور اسیری رہائی بن جاتی ہے۔ وہ ذہین تھی اور اُس کے دلائل بہ آسانی رد کر سکتی تھی۔ چنانچہ اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ خاموشی سے

اُسے تحفظ فراہم کرتا رہے گا۔ دُشواری یہ تھی کہ اُسے ساتھ ہی ساتھ سلوکم کے لیے کام بھی کرنا تھا۔ اس اعتبار سے الزبتھ اس کام میں ایک نئی جہت کی حیثیت رکھتی تھی۔ اب اُسے مارکوس کو تلاش کر کے اُس کا سامنا کرنا تھا۔ الزبتھ کو ہمیشہ کے لیے اُس کے چنگل سے آزاد کرانا تھا۔ اچھی خاصی دیو اور پری والی کہانی تھی۔

وہ اُٹھا اور اُس نے کھڑکی کے پاس جا کر پردہ سرکاتے ہوئے جھانکا۔ باہر سبز شیورلیٹ موجود تھی لیکن ڈرائیور بدل گیا تھا۔ الزبتھ بھی اُس کے پیچھے چلی آئی تھی۔ اُس نے الزبتھ کو صورتِ حال سمجھائی اور پھر خوفزدہ ہوگئی لیکن اُس کے انداز کی بے پروائی محسوس کر کے اُس کا اعتماد بحال ہوگیا۔ ''تم اچھے آدمی ہو حارث سعید۔'' الزبتھ نے آہستہ سے کہا۔

''میں اب جاؤں گا۔''

''کہاں؟ کیوں؟''

''مارکوس نے فون نہیں کیا اور میں نہیں سمجھتا کہ وہ یہاں آئے گا۔ تم مجھے اُس کا فون نمبر دوگی نہیں۔ میں یونہی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتا۔ میں نیچے جا کر اُس کار والے کو چیک کروں گا لیکن میں واپس آؤں گا، جب تک مارکوس نہیں ملتا، میں تمہاری جان نہیں چھوڑوں گا۔ سمجھیں؟ فی الوقت خدا حافظ۔''

وہ عمارت سے نکل کر سبز شیورلیٹ کی طرف بڑھا۔ وہ شیورلیٹ سے پچاس فٹ دور ہوگا کہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے کار اسٹارٹ کی اور اُس کی طرف دیکھے بغیر اُسے بھگا لے گیا۔ حارث اپنی کار کی طرف بڑھا۔ نہ جانے کیوں اُسے احساس ہو رہا تھا کہ سبز شیورلیٹ والوں کا تعلق پولیس سے ہے۔ اس احساس کی وجہ وہ نہیں جانتا تھا البتہ یہ سوال تھا جو اُسے سلوکم سے کرنا تھا۔

وہ سوچنے لگا کہ اب کیا کرے۔ سلوکم یا رین فیلڈ سے رابطہ کر کے اُنہیں صورتِ حال سے آگاہ کرے یا...... ابھی وہ فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ اپارٹمنٹ ہاؤس کے دروازے پر ایک ٹیکسی رکی۔ ڈرائیور اُترا اور اُس نے ڈور مین سے کچھ کہا۔ ڈور مین نے ریسیور اُٹھایا اور کسی سے بات کی۔ اُسی لمحے الزبتھ کا اپارٹمنٹ تاریک ہوگیا۔ اس کا مطلب تھا کہ الزبتھ کہیں جا رہی ہے اور جا رہی ہے تو اُسے یقیناً فون پر ہدایات ملی ہوں گی۔ اب اگر حارث۔ سلوکم یا رین فیلڈ کو

مطلع کرتا تو وہ بگ کی ریکارڈنگ کے ذریعے کال سن لیتے اور یہ مناسب نہیں تھا۔

وہ ابھی خود سے اُلجھ رہا تھا کہ الزبتھ نمودار ہوئی اور ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔ اُس کے انداز میں عجلت تھی۔ حارث ؔ مند ہوگیا۔ تاہم اُس نے کار اسٹارٹ کر دی۔ اگلے ہی لمحے وہ ٹیکسی کا تعاقب کر رہا تھا۔ اُس نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ سبز شیورلیٹ بلکہ کوئی بھی کار اُس کے تعاقب نہیں تھی۔ اُس نے اطمینان کا سانس لیا اور تن بہ تقدیر ہوگیا۔

الزبتھ ایونیو پر پہنچ کر ڈرائیور نے ٹیکسی کی رفتار کم کی۔ شاید اُسے کسی مخصوص پتے کی تلاش تھی۔ بالآخر ٹیکسی ایک آفس بلاک کے سامنے رُک گئی۔ داخلی دروازے پر بین انجینئرنگ کارپوریشن کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ الزبتھ نے اُتر کر ٹیکسی والے کو کرایہ دیا اور سڑک کراس کر کے اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ وہ پانچ منٹ انتظار کرتی رہی لیکن گھنٹی کا کوئی ردِعمل ظاہر نہیں ہوا۔

اُسی لمحے حارث کو کسی گاڑی کی آواز سنائی دی پھر اُس نے ایک کار کو اپنی کار کے برابر سے گزرتے دیکھا۔ وہ کار آفس بلاک کے سامنے رُکی اور اُس میں سے ایک شخص نے الزبتھ کو سر ہلا کر اشارہ کیا اور جیب سے چابیوں کا گچھا نکال کر دروازہ کھول دیا۔ وہ دونوں اندر چلے گئے۔ کوئی پانچ منٹ بعد ایک اور ٹیکسی آفس کے سامنے آ کر رُکی۔ ڈرائیور نے ہارن دیا۔ الزبتھ آفس سے نکلی اور ٹیکسی میں آ بیٹھی۔ ٹیکسی فوراً ہی روانہ ہوگئی۔

حارث اُلجھن میں تھا اور جلد از جلد کسی فیصلے تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ الزبتھ کو نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ اس سے اُس کی معلومات میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ اُسے نئے سراغ کا پیچھا کرنا چاہیے۔ الزبتھ اپنے اپارٹمنٹ سے زیادہ دور نہیں تھی اور قوی امکان تھا کہ یہ خیر وخوبی واپس پہنچ جائے گی۔ اس کے لیے بہتر یہی تھا کہ اس نئے آدمی پر نظر رکھے۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ باہر آئے گا تو اُس کا تعاقب کرے گا۔ ممکن ہے۔ وہ ایکلن کا نمائندہ ہو۔ ایکلن کو یقیناً اندازہ ہوگا کہ اُس کی نگرانی کی جا رہی ہے اور اُس کا فون ٹیپ کیا جا رہا ہے۔ ایسے میں وہ اپنا کام کسی غیر متعلق اور نامعلوم آدمی کے سپرد کر سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اُس نے اس سلسلے میں الزبتھ کو استعمال کرنے کے متعلق سوچا ہو۔

وہ کار میں بیٹھا اندازے قائم کرتا اور اُنہیں مسترد کرتا رہا۔ ایک سوال یہ بھی تھا کہ وہ اس شخص کے برآمد ہونے کا انتظار کب تک کرے گا۔ اُسے انتظار کرتے ہوئے خاصی دیر

ہوگئی۔اُس نے آفس میں گھسنے کے متعلق سوچا لیکن بلا وجہ خطرہ مول لینے کا کچھ فائدہ نہیں تھا۔ اُس شخص کو باہر تو آنا ہی تھا۔وہ اُس آفس میں پوری رات تو نہیں گزار سکتا تھا۔اچانک اُسے خیال آیا کہ بین انجینئرنگ کی عمارت کے دوسری طرف بھی تو کوئی سڑک ہوگی۔الزبتھ کو گئے ہوئے آدھا گھنٹا ہو چکا تھا۔

وہ کار سے نکلا اور اپنا ریوالور ہاتھ میں لے کر عمارت کی طرف چل دیا۔اُس نے کھڑکیوں سے اندر جھانکنے کی کوشش کی لیکن پردوں نے دیکھنے کے لیے کوئی رخنہ نہیں چھوڑا تھا۔وہ عمارت کے ساتھ ساتھ کارنر تک چلا گیا۔کارنر والی بغلی سڑک پر سبز شیورلیٹ موجود تھی۔ اُس کا انجن اسٹارٹ تھا پھر وہ عمارت کے عقبی حصے کی طرف گیا اور عمارت کے دروازے ٹٹولے،وہ مقفل تھے۔وہ واپس مرکزی دروازے کی طرف آیا اور اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا۔کوئی ردعمل نہیں۔تین منٹ بعد اُس نے دوبارہ گھنٹی بجائی۔اس بار ردعمل سامنے آیا لیکن غیر متوقع۔ عمارت کی سائڈ سے کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔وہ یقینی طور پر سبز شیورلیٹ تھی اسے فوراً ہی احساس ہوگیا کہ اب وہ اُس کے تعاقب میں کامیاب نہیں ہوسکے گا۔

وہ پھر عمارت کے عقبی حصے کی طرف گیا۔اس بار عقبی دروازہ کھلا ہوا تھا۔اُس نے دروازہ کھولا اور کوریڈور میں داخل ہوگیا۔دائیں جانب والے آخری آفسز میں روشنی تھی۔اُس نے پہلے آفس کا دروازہ کھولا۔اُس میں دو میزیں تھیں۔ایک میز پر ٹائپ رائٹر موجود تھا۔اسکے علاوہ چند کرسیاں تھیں۔سفید فرش پر خون کے کئی دھبے تھے۔دوسرا کمرا نسبتاً بڑا تھا۔اُس میں بھی دو میزیں تھیں۔بیرونی کمرے کی طرح اُس کا فرش بھی سفید تھا اور خون سے بری طرح لتھڑا ہوا تھا۔وہ وہاں کھڑا صورتِ حال کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا۔خون کی مقدار بتاتی تھی کہ کوئی شخص شدید بلکہ ممکنہ طور پر مہلک حد تک زخمی ہوا ہے۔ڈرائنگ بورڈز کے برابر ہی ایک پرنٹ آؤٹ والا کیلکولیٹر رکھا تھا۔اس کے علاوہ بھی چند ایک مشینیں تھیں۔اُسے احساس ہوگیا کہ یہاں سے فوری طور پر نکل لینا بہتر رہے گا۔

وہ عقبی دروازے کی طرف جا رہا تھا پھر سوچ کر وہ رُکا اور اُس نے لائٹ آف کر دی۔وہ پلٹا ہی تھا کہ اُسے اندھیرے میں سرخ روشنی چمکتی دکھائی دی۔اُس نے لائٹ پھر آن کی۔روشنی ایک مشین کی نچلی درز سے نظر آ رہی تھی۔وہ مشین کی طرف بڑھا۔اُس نے ایسی

مشین پہلے بھی کہیں دیکھی تھی،خطوط پھاڑ۔۔والی مشین۔وہ مشین آن ہونے کا مطلب تھا کہ اُسے ابھی کچھ ہی دیر پہلے استعمال کیا گیا ہوگا۔اُس نے آگے بڑھ کر مشین کا نچلا خانہ باہر کھینچا۔ اس میں کچھ کاغذ کے ٹکڑے موجود تھے۔اُس نے احتیاط سے انہیں سمیٹا اور اپنے پارکا کی جیب میں رکھ لیا اور پھر اُس نے لائٹ آف کی اور باہر نکل آیا۔

بیس منٹ بعد وہ ہوٹل ہالٹن میں اپنے کمرے میں تھا۔اُس کے لیے تین پیغامات موجود تھے...... سب ارجنٹ۔دو سلوکم کی طرف سے اور ایک رین فیلڈ کی طرف سے، دونوں نے اُسے فوری رابطے کی ہدایت کی تھی۔اُس نے کمرے میں پہنچتے ہی الزبتھ کا نمبر ملایا۔''یس پلیز؟'' دوسری طرف سے الزبتھ کی آواز سنائی دی۔

''بس، میں تمہاری خیریت دریافت کرنا چاہتا تھا۔'' اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

''اوہ......شکریہ۔''

اُس کے لہجے کی طمانیت سے حارث کو پتا چل گیا کہ وہ بین انجینئرنگ کے دفتر میں ہونے والے تشدد سے بے خبر ہے۔''میں کل آؤں گا۔اپنا خیال رکھنا اور اپارٹمنٹ کا دروازہ مقفل رکھنا۔'' حارث نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔پھر اُس نے قالین پر بیٹھ کر اپنی جیب سے کاغذ کے ٹکڑے نکالے اور اُنہیں ترتیب سے جوڑنے بیٹھ گیا۔وہ ایک ہی کاغذ کے پچاس ٹکڑے تھے۔اُن کے درمیان خلا بھی تھا لیکن جب نوعیت سمجھ میں آگئی تو خلا کو اندازے سے پُر کرنا دشوار نہ رہا۔وہ گیارہ کمپنیوں کی فہرست تھی۔ہیوز ہولڈنگ، سبھاش آٹو مشین مینوفیکچررز، جگدیش کارپوریشن وغیرہ وغیرہ۔وہ تمام کمپنیاں بین الاقوامی اہمیت اور شہرت کی حامل تھیں۔سوال یہ تھا کہ کیا تشدد کا تعلق اس فہرست سے تھا اور یہ کہ فہرست کس نے پھاڑی تھی۔

فون کی گھنٹی بجی۔سلوکم ہوٹل کی لابی سے بول رہا تھا۔''میں نیچے آ رہا ہوں۔'' حارث نے کہا اور ریسیور رکھ دیا پھر اُس نے ایک کاغذ پر گیارہ کمپنیوں کے نام لکھ لیے۔

وہ نیچے آیا۔سلوکم بار میں اسٹول پر بیٹھا تھا۔اُس کے سامنے اسکاچ کا گلاس رکھا تھا۔اُس نے نیچی آواز لیکن غصیلے لہجے میں پوچھا۔''کہاں تھے تم......اور تم نے رپورٹ کیوں نہیں کی۔آج ایبکلن کے گھر کچھ لوگ آئے تھے۔اُن میں سے کوئی بھی مارکوس ہوسکتا ہے۔''

''میں لڑکی کا تعاقب کر رہا تھا۔وہ بین انجینئرنگ کارپوریشن گئی تھی۔اُس کے جانے

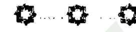
کے بعد میں اندر گیا۔ وہاں کوئی واردات ہوئی ہے، خون بہت سارا تھا لیکن لاش نہیں ملی۔'' وہ اس دوران سلوکم کے چہرے کے تاثرات کو بہ غور دیکھتا رہا۔ سلوکم کو شدید جھٹکا لگا۔ ''تم مجھے کچھ نہیں بتاتے۔ تمہارا دعویٰ ہے کہ تم بھی اندھیرے میں ہو۔ ذرا یہ دیکھو۔'' اُس نے سلوکم کی طرف کاغذ بڑھا دیا۔

سلوکم نے کاغذ دیکھا اور بولا ''یہ کہاں سے ملا تمہیں؟''

حارث نے اُسے پوری تفصیل بتا دی۔ سلوکم فکرمند نظر آ رہا تھا۔ ''مجھے بتاؤ، یہ فہرست کیا معنی رکھتی ہے؟'' حارث نے کہا۔

سلوکم نے انجان بننے کی کوشش کی۔ حارث کو غصہ آ گیا۔ ''تم بہت کچھ جانتے ہو اور کچھ نہیں اُگلتے۔ اب میں اپنے طور پر کام کروں گا۔ میرے رپورٹ دینے یا نہ دینے...... کا انحصار اس پر ہے کہ مجھے کیا معلوم ہوتا ہے۔'' اُس نے کہا۔

سلوکم نے خاموشی سے فہرست تہ کر کے جیب میں رکھ لی۔ حارث وہاں سے نکل آیا۔



الزبتھ نے صبح آٹھ بجے حارث کو فون کیا۔ ''میں فوری طور پر تم سے ملنا چاہتی ہوں۔ آ جاؤ پلیز۔'' آواز سے وہ نروس معلوم ہو رہی تھی۔

حارث کے لیے اُس کی کال غیر متوقع تھی۔ اُس نے پوچھا۔ ''تمہیں معلوم ہے کہ بین انجینئرنگ سے تمہاری واپسی کے بعد کیا ہوا تھا؟''

الزبتھ نے طویل سانس لیا۔ ''تم جانتے ہو کہ فون پر بات نہیں ہو سکتی۔ آ جاؤ، تمہاری منتظر ہوں۔''

حارث نے ناشتا کیا اور ہوٹل سے نکل آیا۔ اس بار ڈورمین نے اُسے نہیں روکا۔ البتہ فون پر الزبتھ کو اُس کی آمد کے متعلق بتلا دیا۔ الزبتھ دروازے پر اُس کی منتظر تھی۔ اُس کا چہرہ ستا ہوا تھا۔ اُس نے دروازہ بند کرتے ہی حارث سے پوچھا۔ ''تم نے کل میرا تعاقب کیوں کیا تھا؟ تمہیں اس سے کیا میں کہاں جاتی ہوں، کس سے ملتی ہوں؟''

حارث نے اُس کی برہمی کو نظرانداز کر دیا۔ ''بین انجینئرنگ کیوں گئی تھیں؟''

''میں تمہیں کیوں جواب دوں؟''

''اس لیے کہ میں اب تمہیں کسی دشواری میں پڑتے نہیں دیکھنا چاہتا اور اس کے لیے ضروری ہے کہ مجھے تمام معلومات حاصل ہوں۔''

الزبتھ چند لمحے سوچتی رہی پھر اُس نے کندھے جھٹک دیے ''میں نے مارکوس کو فون کیا تھا۔ اُس نے مجھے وہاں ملنے کے لیے کہا تھا لیکن وہاں مجھے سولومن نامی ایک آدمی ملا۔ اُس نے مجھے واپس جانے کی ہدایت کی اور بتایا کہ مارکوس نہیں آئے گا۔ خطرہ ہے۔ اور اگر میں واپس نہ ہوئی تو......''

حارث کو احساس ہو گیا کہ الزبتھ کو اب بھی اس آفس کے فرش پر خون کے دھبوں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ اس کے باوجود اُس نے الزبتھ کو کچھ نہیں بتایا۔ وہ اس پر پوری طرح اعتماد نہیں کر سکتا تھا۔

''مجھے کہا گیا ہے کہ میں مارکوس کی طرف سے تمہیں پیش کش کر دوں۔ مارکوس تمہیں ان لوگوں سے زیادہ معاوضہ دے گا، پچاس ہزار ڈالر۔'' الزبتھ نے یوں کہا، جیسے یہ پیش کش حارث کے لیے ایک اعزاز ہو۔

''وہ ہے کہاں؟ پلیز، مجھے اس کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کہاں ہے؟''

''وہ ہیلی فیکس کے ایک ہوٹل میں ہے۔ میں تمہیں ہوٹل کا نام نہیں بتاؤں گی۔ مجھے اس سلسلے میں مجبور نہ کرنا۔''

''وہ وہاں کیا کر رہا ہے؟''

''لاطینی امریکا کے اس ملک کے دو نمائندوں کا انتظار...... وہ معاہدے کی کچھ نئی شقیں لے کر آنے والے ہیں۔''

''اور اُس نے میرے لوگوں سے رابطہ کیوں نہیں کیا جو خریداروں کی نمائندگی کر رہے ہیں؟''

''اس لیے کہ مذکورہ ملک کی حکومت کے افراد بار بار معاہدے میں تبدیلیوں کے بارے میں سوچنے لگتے ہیں وہ کسی ایک بات پر ٹھہرتے ہی نہیں۔ مارکوس چاہتا ہے کہ ایکلن سے اُس کی ملاقات صرف چند منٹ کی ہو۔ وہ جانتا ہے کہ ایکلن سے ایک بار ملتے ہی اُس کی پوزیشن خراب ہو جائے گی۔ اس کی زندگی کو لاحق خطرات بڑھ جائیں گے۔''

حارث کو اندازہ ہوگیا کہ الزبتھ اس کے اندازے کے برعکس بہت کچھ جانتی ہے بلکہ ممکن تھا کہ وہ مارکوس کے ساتھ برابر کی پارٹنر ہو۔''اور مارکوس مجھ سے پچاس ہزار ڈالر کے عوض کیا کام لینا چاہتا ہے؟''اس نے پوچھا۔

''تمہیں اُس کو تحفظ فراہم کرنا ہوگا۔''

حارث چند لمحے سوچتا رہا پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔''اُسے منع کر دینا۔ فی الوقت میں کسی کے لیے کام نہیں کر رہا ہوں۔ مجھے بہت کچھ سوچنا ہے۔''

الزبتھ جھلا گئی۔''مارکوس کا کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔ معاہدہ 90 فیصد مکمل ہے۔ بس اُسے چند شقوں کے سلسلے میں ان نمائندوں سے ملنا ہے لیکن کسی نامعلوم آدمی نے ہیلی فیکس میں مارکوس پر فائرنگ کی، وہ اُسے نہیں جانتا لیکن اب اسے تحفظ درکار ہے۔''اُس کی آواز میں مایوسی در آئی۔ وہ بہت کھوئی کھوئی نظر آنے لگی۔ چند لمحوں کے توقف کے بعد وہ پھر بولی۔''کل تم نے کہا تھا کہ مارکوس کو اس طرح مجھے یہاں نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔ میں اس پر غور کرتی رہی ہوں۔ یہ پہلا موقع نہیں ہے۔ وہ مجھے بارہا ایسی مشکلات سے دوچار کر چکا ہے۔ میں اب اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کرنا چاہتی ہوں۔ میری بات سمجھ رہے ہو نا؟''

''نہیں تم میں استقلال نہیں ہے۔ ابھی تم مجھے مارکوس کے لیے کام کرنے کی پیشکش کر رہی تھیں اور اب تم اسے چھوڑنا چاہتی......''

''تم نے ٹھیک کہا۔ مجھ میں استقلال کی کمی ہے لیکن میں بہت اُلجھی ہوئی بھی تو ہوں۔ دیکھو میں تمہاری طرف راغب ہوئی۔ اسکا مطلب ہے۔ مارکوس سے میرے تعلق میں گڑ بڑ ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ میں تم پر اعتماد کرتی ہوں، ورنہ یہ کیسے ممکن تھا۔ میں اس سے پہلے کبھی مارکوس سے بے وفائی کی مرتکب نہیں ہوئی۔''

''تم میرے بارے میں کس طرح محسوس کرتی ہو؟''

''میں جب بھی مارکوس سے علیحدہ ہوئی، تمہارے پاس آؤں گی۔ لیکن فی الوقت مجھے اُس کا ساتھ دینا ہے۔ اُس سے جو وعدہ کیا ہے، اُس کی پاسداری کرنی ہے۔ اُس کے بعد میں اُسے چھوڑ دوں گی۔ تم مجھے چاہتے ہو نا؟''

حارث کو اس جواب کے لیے کچھ سوچنا نہیں پڑا۔ اُس نے فوراً ہی اثبات میں

جواب دیا۔

''سواب، میں اس وقت سے ہمارے درمیان کوئی غلط فہمی اور اُلجھن نہیں۔ تم جب چاہو، میرے پاس آسکتے ہو۔''



الزبتھ کے اپارٹمنٹ سے نکلتے ہی حارث اپنی کار میں سینٹ اوریل کے لیے روانہ ہوگیا۔ وہ دس بجے کے بعد ٹورسٹ ہاؤس پہنچا۔ رین فیلڈ کھڑکی کے پاس کھڑا تھا۔ وہ اُسے دیکھ کر ذرا حیران نہیں ہوا۔ حارث نے کھڑکی سے جھانکتے ہوئے کہا۔''سلوکم نے بتایا تھا کہ کل اینکلن کے کچھ ملاقاتی آئے تھے۔ اُن کی تصویریں کہاں ہیں؟''

رین فیلڈ نے کندھے جھٹکے اور پورٹیبل ڈارک روم کی طرف اشارہ کر دیا۔ حارث اُسی طرف چلا گیا۔ وہاں پانچ تصویریں تھیں۔ اُس نے ہر تصویر کو غور سے دیکھا لیکن ان میں مارکوس نہیں تھا۔''ان میں مارکوس نہیں ہے۔''اُس نے رین فیلڈ سے کہا۔''مارکوس اوسط قد و قامت کا آدمی ہے۔ سیاہ آنکھیں، سیاہ بال، عمر چالیس کے لگ بھگ۔''

''اُس حلیے پر درجنوں مچھیرے پورے اُترتے ہیں۔ ایسا ایک مچھیرا اینکلن کے گھر مچھلیاں پہنچاتا ہے۔ کیا پتا، اُس نے سرخ بالوں کی وگ لگائی ہوئی ہو۔''

حارث نے رین فیلڈ کو بہ غور دیکھا۔ وہ اعصابی طور پر بے حد شکستہ لگ رہا تھا۔ شاید بین انجینئرنگ میں ممکنہ طور پر قتل کی اطلاع نے اُسے دہلا دیا تھا۔ حارث اسے نگاہوں سے تولتا رہا۔ بالآخر اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ رین فیلڈ پر اعتماد کر سکتا ہے۔''سلوکم نے تمہیں بین انجینئرنگ والے واقعات کے متعلق بتایا؟''تمہارا کیا خیال ہے؟''حارث نے بات بڑھائی۔

''میرا کیا خیال ہو سکتا ہے۔''رین فیلڈ نے جھنجلا کر کہا۔''کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس کی ذمے داری کسی بھی طرح ہم پر عائد ہوتی ہے۔''

''دیکھو، اس سے پہلے ایک آدمی پام اسپرنگز میں بھی قتل ہوا تھا۔ تمہارے خیال میں ہم مقامی پولیس سے بات کر سکتے ہیں؟''

''تمہیں اس سوال کا جواب معلوم ہے؟''رین فیلڈ نے اُسے کڑی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ تم خود پولیس مین رہے ہو، اچھے پولیس مین۔ مقامی پولیس سے کہیں اچھے۔

تم اُن سے بہتر طور پر صورتِ حال کو سمجھ سکتے ہو۔''

''تو تمہارے خیال میں اس قتل کا ہماری یہاں موجودگی سے کوئی تعلق نہیں؟''
حارث نے پوچھا۔

''اگر کوئی تعلق ثابت ہوا تو میں پہلی فلائٹ سے یہاں سے چلا جاؤں گا۔'' اُس کے لہجے میں سچائی تھی۔ ''اور سنو حارث! تم ہمیں اس طرح نہیں چھوڑ سکتے۔ ہمارے پاس آدمیوں کی کمی ہے۔ میں تم اور سلوکم، صرف ہم تین ہی تو ہیں۔''

''اور میڈوز، وہ کہاں ہے؟ اُس کا کیا کام ہے؟''

''میڈوز کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ وہ سلوکم کا شوفر ہے اور کافی اچھی بناتا ہے۔ رین فیلڈ نے زہر خند کیا۔ ''سنو حارث، تم یہاں کا کام سنبھالو۔ میں لڑکی کی نگرانی کرنا چاہتا ہوں۔ ایک بات سن لو، ہم میں سے کسی کو نہیں معلوم کہ کیا ہو رہا ہے لیکن بات آہستہ آہستہ کھل رہی ہے۔ میں تم سے معاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔ تم یہاں کی رپورٹ مجھے دینا اور میں لڑکی کے متعلق مکمل رپورٹ تمہیں دوں گا۔''

حارث نے چند لمحے سوچا اور پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔

''میں سلوکم کے فون کا انتظار کروں گا۔ اس کے بعد سینٹ جان جاؤں گا۔'' رین فیلڈ نے کہا۔

حارث کمرے سے نکل آیا۔ وہ کار میں بیٹھا اور ایکلن کے مکان کے سامنے سے گزرتا ہوا اُس جگہ پہنچا جہاں گزشتہ روز سلوکم نے کار پارک کی تھی۔ کار اُسی جگہ روک کر وہ پیدل اس راستے پر چل دیا، جس پر وہ سلوکم کے ساتھ آیا تھا۔ ایک درخت کے پاس رُک کر اُس نے دور بین آنکھوں سے لگائی اور مکان کا جائزہ لیا۔ ہر طرف سکوت تھا پھر اُس کے پردے گرے ہوئے تھے۔ اُس نے دور بین کو پھر ایکلن کے مکان کی طرف گھمایا۔ وہ مکان کی طرف دیکھتا رہا۔ آدھے گھنٹے بعد زندگی کے پہلے آثار نظر آئے۔ چھت کی دو چمنیوں سے دھواں نکلنے لگا پھر دودھ والا آیا۔ اُس نے گاڑی دراز ے کے سامنے پارک کی اور دودھ لے کر مکان کے اندرونی دروازے تک پہنچا۔ دروازہ ایک عورت نے کھولا۔ وہ سفید کوٹ پہنے ہوئے

تھی۔ اس کے بعد ایک جنرل اسٹور کی ڈیلیوری وین آئی اس بار بھی عورت نے دروازہ کھولا اور سامان لیا۔ آدھے گھنٹے بعد تیسری گاڑی آئی۔ وہ زرد رنگ کا ایک بڑا ٹینکر ٹرک تھا، جس پر ارونگ ڈومیسٹک فیول لکھا ہوا تھا۔ ٹرک صدر دروازے کے سامنے رُکا۔ ٹرک ڈرائیور نے ہارن دیا۔ اس بار ایک گنجے آدمی نے دروازہ کھولا جس کی عمر پچاس کے لگ بھگ معلوم ہو رہی تھی۔ گنجے آدمی نے ٹھوکر سے برف ہٹائی۔ آئل ٹینکر کا ٹریپ ڈور نمودار ہوا۔ ٹرک ڈرائیور اس دوران ہوز پائپ کھول رہا تھا۔ پانچ منٹ میں آئل ٹینک بھر دیا گیا۔ ٹرک ڈرائیور، گنجے آدمی کے ساتھ مکان میں چلا گیا۔ ٹرک کا انجن بہ دستور اسٹارٹ تھا۔

حارث نے گھڑی دیکھی، ساڑھے گیارہ بجے تھے۔ ٹھنڈ اُس کی ہڈیوں تک میں سرایت کیے جا رہی تھی۔ وہ اُٹھ کر ٹہلنے لگا کہ اسی طرح جسم میں کچھ حرارت پیدا ہو۔ وقت گزرتا رہا۔ پندرہ منٹ...... بیس منٹ...... ٹینکر ٹرک کے انجن کی آواز کے سوا ہر طرف سناٹا تھا۔ دوسری طرف ٹرک سے مکان کے ٹینک میں آئل منتقل کرنے والی مشین چلے جا رہی تھی۔ حارث کا اندازہ تھا کہ اب تک ٹرک کا تمام آئل مکان کے ٹینک میں منتقل ہو چکا ہوگا۔ اب پمپ مشین کو بند کر دینا چاہیے تھا لیکن ٹینکر ٹرک کا ڈرائیور غالباً اندر کے گرم اور پُرسکون ماحول میں کافی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے سب کچھ بھول گیا تھا۔

حارث نے دور بین سے پھر ایک بار مکان کا جائزہ لیا۔ وہ دور بین کو آنکھوں سے اُتارنے ہی والا تھا کہ لینس کے انتہائی کنارے کی سمت اُسے نقل و حرکت کا احساس ہوا۔ اُس نے دور بین گھمائی

وہ ایک آدمی تھا، سیاہ لباس میں۔ وہ تیزی سے صنوبر کے درختوں کی طرف سے نکل رہا تھا جو مکان کی جنوبی سمت میں چالیس گز کے فاصلے پر تھے۔ وہ درختوں کی آڑ لیتا ہوا بیس فٹ دور جھاڑیوں کی طرف بڑھا۔ اور جھاڑیوں میں دُبک گیا۔

اُسی لمحے ایک اور آدمی صنوبر کے درختوں سے نکلا اور جھاڑیوں میں جا چھپا۔ حارث اپنی جگہ ٹھٹھر کر رہ گیا۔ اُس دوسرے آدمی کے ہاتھ میں رائفل تھی پھر اُس نے ایک تیسرے آدمی کو جھاڑیوں میں چھپتے دیکھا۔ وہ بہ ظاہر غیر مسلح تھا۔

حارث آگے بڑھا لیکن ٹھٹک گیا۔

مکان کا دروازہ کھلا، گنجا آدمی باہر نکلا، اُس نے محتاط نظروں سے ادھر ادھر دیکھا اور ٹرک سے ہٹ کر کھڑی ہوئی اسٹیشن ویگن کی طرف بڑھ گیا

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھنے سے پہلے اُس نے ونڈ شیلڈ صاف کیا پھر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اگنیشن کی گھمائی۔ انجن کچھ دیر کھانسا اور پھر باقاعدہ اسٹارٹ ہوگیا۔ اُس نے ایکسیلریٹر دیا، انجن کی آواز اور بلند ہوگئی۔ اُس نے پسنجر سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔

اس بار مکان کا دروازہ کھلا۔ ٹرک ڈرائیور نمودار ہوا۔ حارث نے دوربین سے اُسے دیکھا۔ اس بار اُس کی آنکھوں پر چشمہ نہیں تھا۔ حارث کو اُسے پہچاننے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔

وہ مارکوس تھا۔

حارث جھک کر بھاگنے لگا

اُس کا رُخ سڑک کی طرف تھا۔ سڑک تین سو گز دور تھی اور برف پر بھاگنا آسان نہیں تھا۔ دوبار اُس کے پاؤں نرم برف میں دھنس گئے۔ آدھا راستہ طے کر کے وہ رُکا اور اُس نے دوربین کی مدد سے صورتِ حال کا جائزہ لیا۔ نیچے واقعات بہت تیزی سے پیش آ رہے تھے۔

جھاڑیوں میں چھپے ہوئے تین آدمیوں میں سے ایک کے پاس رائفل تھی جبکہ دو کے ہاتھ میں ریوالور نظر آ رہے تھے۔ وہ تینوں اسٹیشن ویگن کی طرف لپک رہے تھے۔ گنجے ڈرائیور نے گاڑی کو داہنی سمت گھمایا تھا۔ اس کے نتیجے میں پہیوں کی لپیٹ میں آنے والی برف دس فٹ تک اُچھلی تھی۔ اب اسٹیشن ویگن کا رُخ مکان کے گیٹ کی طرف تھا۔ اُسی وقت رائفل بردار گھٹنوں کے بل جھکا، اُس نے نشانہ لیا اور فائر کر دیا۔ اسٹیشن ویگن کا عقبی شیشہ چور ہوگیا۔

اُسی وقت سفید ہاؤس کوٹ والی خادمہ نے مکان کا دروازہ کھولا تھا۔

رائفل بردار نے مزید فائر کیے۔ اسٹیشن ویگن نے جھکولے لیے، دوبارہ پوری طرح گھومی اور پھر ایک ابھری ہوئی چٹان سے ٹکرا کر رُک گئی۔ البتہ اُس کا انجن اب بھی چیخ رہا تھا۔

رائفل بردار جھکی ہوئی حالت میں اسٹیشن ویگن کی طرف بھاگ رہا تھا جو اونچی نیچی زمین کی وجہ سے اب اُس کی زد میں نہیں تھی۔ اُسی وقت حارث نے اسٹیشن ویگن کا دروازہ کھولتے دیکھا۔

مارکوس نے گنجے آدمی کو دھکیلا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔ اسٹیشن ویگن تیزی سے آگے بڑھی اور رائفل کی رینج سے نکل گئی۔ گنجا آدمی بری طرح ہاتھ پاؤں پھینک رہا تھا۔ وہ شدید زخمی تھا۔ زخم اُس کے بائیں پہلو کی طرف تھا۔

رائفل بردار اور اُس کے ساتھیوں کو جیسے ہی اندازہ ہوا کہ مارکوس اُن کی رینج سے نکل گیا ہے تو وہ رُک گئے۔ حارث نے پھر بھاگنا شروع کر دیا۔ اُسے جلد از جلد اپنی کار تک پہنچنا تھا۔ درمیان میں وہ پھر رُکا اور اُس نے دوربین کی مدد سے مکان کا جائزہ لیا۔ مکان کی چھت پر کچھ ہو رہا تھا۔ ایک خوش لباس شخص مکان کی چھت پر چڑھا ہوا تھا۔ چھت پھسلواں تھی، اس کے باوجود وہ بے پناہ پھرتی کا مظاہرہ کر رہا تھا اور تیزی سے ٹی وی انٹینا کی طرف بڑھ رہا تھا پھر انٹینا تک پہنچ کر اُس نے اس کی راڈ تھام لی۔ وہ یقینی طور پر مکان کا مالک ایکلن تھا۔ وہ انٹینا کو اکھاڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ حارث اُس کی وجہ سمجھنے سے قاصر تھا۔ بالآخر انٹینا گر گیا۔

حارث نے پلٹ کر سڑک کی سمت دیکھا، اسٹیشن ویگن کا رُخ سینٹ جان کو جانے والی سڑک کی طرف تھا۔

اچانک ایک آواز سنائی دی اور حارث کی سمجھ میں ایکلن کے چھت پر چڑھنے اور انٹینا گرانے کی وجہ آ گئی

وہ فورسیٹر ہیلی کاپٹر تھا اور یقینی طور پر صنوبر کے جھنڈ میں پہلے ہی موجود تھا۔ پھسلواں چھت کی وجہ سے اُسے دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ ہیلی کاپٹر بلند ہونے کی وجہ سے بھی برف اُڑی۔

رائفل بردار اور اُس کے ساتھی ایک لمحے کے لیے سکتے میں آ گئے پھر رائفل بردار تیزی سے گھٹنوں کے بل جھکا لیکن اُسے اندازہ ہوگیا کہ ہیلی کاپٹر رائفل کی رینج سے باہر ہے۔ دوسری طرف چھت پر انٹینا اُترنے کی وجہ سے اتنی جگہ ہوگئی تھی کہ وہاں ہیلی کاپٹر کا ایک پہیہ ٹک سکتا تھا۔ ایکلن چھت پر گھٹنوں کے بل جھکا ہوا تھا۔

حارث نے پھر اپنی کار کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ چند لمحے کے بعد اُس نے پلٹ کر دیکھا تو ایکلن ہیلی کاپٹر میں بیٹھ چکا تھا اور ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ فائرنگ کرنے والے نہ جانے کہاں غائب ہو گئے تھے۔

پانچ منٹ بعد حارث اپنی کار میں تھا۔ وہ زخمی گنجے کے پاس سے گزرا، جسے مارکوس نے اسٹیشن ویگن سے دھکیلا تھا۔ سفید کوٹ والی ملازمہ اُس پر جھکی ہوئی تھی۔ اُس نے ہاتھ ہلا کر حارث کو کار روکنے کا اشارہ کیا لیکن حارث کے پاس وقت نہیں تھا۔ اُسے مارکوس کا تعاقب کرنا تھا۔



وہ دیوانہ وار ڈرائیو کررہا تھا۔ اُس نے خطرناک ترین موڑوں پر بھی گاڑی کی رفتار کم کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ اُسے احساس تھا کہ مارکوس کے اور اُس کے درمیان فاصلہ بہت زیادہ ہے۔ یہی احساس اُس کی دیوانگی کا باعث تھا۔ سینٹ جان میں بیس میل پیچھے اُس نے کار کی رفتار کم کی اور تسلیم کرلیا کہ مارکوس اُس سے بچ نکلا ہے۔ بات صرف فاصلے اور رفتار کی نہیں تھی۔ یہ بھی تو ممکن تھا کہ مارکوس نے کسی دوراہے پر گاڑی مخالف سمت پر موڑلی ہو۔

سینٹ جان میں داخل ہوتے ہی اُس نے ہوٹل ہالٹن کا رخ کیا۔ وہ کمرے میں داخل ہوا تو فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ دوسری طرف رین فیلڈ تھا۔ ''میں تو وہاں موجود نہیں تھا۔ فائرنگ ہوئی ہے۔ اس وقت مکان میں پولیس والے بھرے ہوئے ہیں۔'' اس نے بتایا۔

''مارکوس وہاں آئل ٹینکر ٹرک میں پہنچا تھا۔'' حارث نے وضاحت کی۔ ''پھر کچھ حملہ آور نمودار ہوئے۔ ایکلن کا ایک آدمی اُن کی گولیوں کا نشانہ بنا۔ ایکلن ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر فرار ہوگیا۔'' اُس نے رین فیلڈ کو پوری تفصیل سے آگاہ کیا۔

رین فیلڈ خاموشی سے سنتا رہا۔ پھر اُس نے بتایا۔ ''الزبتھ پیرٹ نے اپارٹمنٹ چھوڑ دیا ہے۔ اور اب ایک چھوٹے ہوٹل میں مقیم ہے۔ ڈونا ہوٹل میں نے اُس کے برابر والا کمرا لے لیا ہے۔ سلوکم تمہارے معاوضے کے سلسلے میں نظر ثانی کررہا ہے، تمہیں اضافی رقم ملے گی۔ تم الزبتھ کے برابر والے کمرے میں آجاؤ، کیا خیال ہے؟''

حارث خاموش رہا۔

''دیکھو، ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔'' رین فیلڈ نے چیخ کر کہا۔ شاید صورتِ حال نے اُس کے اعصاب بری طرح چٹخا دیے تھے۔ ''میں ڈونا ہوٹل سے بول رہا ہوں۔ تم یہاں آجاؤ۔ روم نمبر 47۔'' یہ کہہ کر اُس نے ریسیور رکھ دیا۔

حارث کو حالات کی اس ستم ظریفی پر ہنسی آگئی۔ موٹا رین فیلڈ اُس سے الزبتھ کے قریب رہنے کی التجا کررہا تھا، اگر وہ اس کے برعکس فرمائش کرتا تو حارث کسی بھی طور پر رضامند نہ ہوتا لیکن الزبتھ کے قریب رہنا تو اُس کی دلی آرزو تھی۔ اُس نے اپنا سامان بریف کیس میں رکھا، ڈیسک پر بل ادا کیا اور ہوٹل ہالٹن سے نکل آیا۔

ڈونا ہوٹل کے کمرا نمبر 47 میں صرف ایک ہی کھڑکی تھی اور وہ بندرگاہ کی جانب کھلتی تھی۔ اس وقت وہ کھڑکی کھلی ہوئی تھی، جس کی وجہ سے کمرے میں نمک اور تیل کی بو رچی ہوئی تھی۔ رین فیلڈ نے بائیں جانب والی دیوار کے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''اس وقت بھی وہ اس کمرے میں موجود ہے۔'' دروازے کے قریب ایک بے بی الارم باکس رکھا تھا۔ اس باکس میں نکل کر ایک تار بیڈ سائڈ ٹیبل پر رکھے ہوئے ایمپلی فائر میں داخل ہورہا تھا۔

حارث نے کھڑکی میں کھڑے ہوکر بندرگاہ کا جائزہ لیا۔ وہاں دس بارہ ٹرالر اور کارگو بوٹس لنگر انداز تھیں۔ اُن میں سے تین ٹرالر روسی تھے۔

''سلوکم آئے گا اور تم سے معاوضے کے سلسلے میں بات کرے گا۔''

''وہ ہے کہاں؟ تمہیں کچھ پتا بھی ہے کہ وہ کہاں رہتا ہے، کیا کرتا ہے اور اپنا وقت کیسے گزارتا ہے؟ اس وقت کہاں ہے وہ؟''

''مجھے نہیں معلوم۔'' رین فیلڈ نے کہا۔

''اگر نہیں معلوم تو کیوں نہیں معلوم؟''

''وہ آکر تم سے بات کرے گا، اب میں جاؤں؟'' رین فیلڈ نے اُس کے سوال کو یکسر نظر انداز کردیا۔ ''اگر کچھ ہو...... یا مارکوس آئے تو سلوکم کو فون پر مطلع کردینا۔''

''تم کہاں جارہے ہو؟'' حارث نے پوچھا۔

''سینٹ اوریل۔ ایکلن حملے کے ڈیڑھ گھنٹے بعد اپنے مکان میں واپس آگیا ہے۔ میرا خیال ہے حملہ آور کوئی بھی تھے۔ ایکلن نے اب اُن کے لیے تیاری کرلی ہے۔ میرے خیال میں ایکلن اہم ترین آدمی ہے لیکن لڑکی بھی کم اہم نہیں ہے۔ سنو پلیز! یہاں جو کچھ بھی ہو، اُس سے سلوکم کو باخبر رکھنا۔'' یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

''فائرنگ کرنے والے کون تھے؟'' حارث نے اچانک پوچھا۔

''ایک گروہ اس سودے کے خلاف ہے، جس کے لیے ہم کام کررہے ہیں لیکن وہ کون ہیں، یہ میں نہیں جانتا۔ یہ پتا چل جائے تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ خیر، بعد میں بات کریں گے۔'' رین فیلڈ نے جواب دیا اور کمرے سے نکل گیا۔

حارث نے کھڑکی بند کی، پارکا اُتارا اور بیڈ کی پٹی پر بیٹھ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ الزبتھ نے اپنا اپارٹمنٹ چھوڑا ہے تو اس کی کوئی وجہ بھی ہوگی۔ امکان یہی تھا کہ مارکوس یہاں اُس سے ملنے آئے گا۔ اس لحاظ سے اس وقت الزبتھ سے ملنا ٹھیک نہیں تھا۔ مارکوس کی آمد کے بعد اُسے الزبتھ کے دروازے پر دستک دینا تھی لیکن یہ فیصلہ کرنے کے باوجود اُس کے تصور میں الزبتھ کا سراپا لہرا رہا تھا۔ وہ اُس سے ملنے کو بے تاب تھا۔



وہ سوچتے سوچتے سو گیا پھر الارم باکس سے آنے والی آوازوں نے اُسے جگایا۔ اُس نے بیڈ سائڈ لائٹ آن کردی۔ ساڑھے سات بجے تھے۔ اُس نے سنک پر جا کر ہاتھ منہ دھویا، جوتے پہنے۔ دوسرے کمرے کی آوازوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ الزبتھ بستر پر کروٹیں بدل رہی ہے۔ اُس کی سسکیاں بتاتی تھی کہ وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے پھر اُس نے کھانسی کی آواز سنی۔ شاید اس آواز ہی نے اُسے جگایا تھا۔ سانسوں کی آواز سے بھی بھاری پن جھلک رہا تھا پھر اُس نے ایک کراہ سنی۔ اُس کا جسم تن گیا۔ اُس کی چھٹی حس اُسے کسی گڑبڑ کا احساس دلا رہی تھی۔ کھانسی کی آواز...... اچانک اُسے احساس ہوا کہ وہ آواز نسوانی، بھنچی بھنچی تھی۔ وہ اُٹھا اور تیزی سے کمرے سے نکل آیا۔ دوسرے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہوگیا۔

میڈوز بستر پر پڑا تھا۔ اُس کا چہرہ اور تکیہ دونوں خون میں لتھڑے ہوئے تھے۔ اُس کا گلا کاٹ دیا گیا تھا۔ اُس نے ہاتھوں سے اپنی کٹی ہوئی شہ رگ کو جوڑنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ کمرے میں الزبتھ کا نام ونشان تک نہیں تھا۔ اس منظر نے حارث کو اس طرح دہلایا کہ چند سیکنڈ وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہا۔ وہ ساکت کھڑا تھا، پھر وہ کچھ سوچنے کے قابل ہوا۔ اُس کا اندازہ تھا کہ میڈوز کو مرنے میں کم ازکم دس منٹ لگے ہوں گے۔ الزبتھ کو ہوٹل ہی میں کہیں ہونا چاہیے تھا لیکن اُسے اپنے اس اندازے کی درستی میں شک تھا۔

تین منٹ بعد وہ کمرے سے نکل آیا۔ کوریڈور سنسان تھا۔ وہ اپنے کمرے میں گیا اور اپنا بریف کیس اور پارکا لے کر باہر نکل آیا۔ چند منٹ بعد وہ اپنی پنٹو کار میں بیٹھ رہا تھا۔ ائرپورٹ پہنچ کر اُس نے اپنا ریوالور لگیج لاکر میں رکھا اور لاؤنج میں آ بیٹھا۔ پرواز کی روانگی میں ابھی آدھا گھنٹا تھا۔ وہ بیٹھا اپنے فیصلے پر غور کر رہا تھا۔ الزبتھ کو اغوا کیا گیا تھا یا وہ اپنی مرضی سے کہیں گئی تھی، کس کے ساتھ؟ یہ اندازہ وہ نہیں لگا سکتا تھا۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اسے کہاں تلاش کرے۔ میڈوز قتل کردیا گیا تھا۔ وہ انٹاریو پولیس کا سابق ملازم تھا۔ اگلے روز کے اخبارات اُس کے قتل کی سرخیوں سے بھرے ہوئے ہوں گے۔ لاش دریافت ہوتے ہی ہنگامہ شروع ہوجائے گا۔ ایئرپورٹس کی نگرانی کی جائے گی۔ ٹورسٹ ہاؤس والی مسز ڈالن اخبار میں میڈوز کی تصویر دیکھ کر اُسے پہچان لے گی اور پولیس کو بتائے گی کہ وہ اپنے تین ساتھیوں کے ہمراہ اُس کے پاس آیا تھا۔ اگر الزبتھ کو تلاش کرنے میں کامیابی کا ذرا سا بھی امکان ہوتا تو وہ ڈٹا رہتا لیکن اس کا کوئی امکان نہیں تھا اور پھر اُس کی چھٹی حس اُسے سمجھا رہی تھی کہ یہاں سے نکل بھاگنے ہی میں بہتری ہے۔

پرواز سے دس منٹ پہلے اُس نے فون بوتھ سے ٹورسٹ ہاؤس کا نمبر ملایا۔ اُس نے مسز ڈالن کو اپنا نام بتایا اور رین فیلڈ کو بلانے کی درخواست کی۔ چند لمحے بعد اُسے فون پر سلوکم کی آواز سنائی دی۔ ''کہو...... ڈونا ہوٹل میں خیریت ہے نا؟ لڑکی کا کیا حال ہے''

لڑکی غائب ہے اور اُس کے کمرے میں میڈوز کی لاش پڑی ہے، اُس کا گلا کٹا ہوا ہے۔''

''کیا؟''

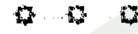
''میرا خیال ہے، لڑکی کو میڈوز کے قاتل اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔'' حارث نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''بات سنو! تمہیں اندازہ ہے کہ الزبتھ کو لے جانے والے کون ہیں؟''

سلوکم کی سانسوں کے سوا کچھ آواز نہیں تھی۔ وہ یقیناً شاک کی حالت میں تھا۔ چند لمحے بعد اُس کی آواز سنائی دی۔ ''میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا، کون ایسا کرسکتا ہے۔''

''بہرحال، میرا اب بھی یہی خیال ہے کہ تم نے مجھے مکمل معلومات فراہم نہ کرکے اندھیرے میں رکھا۔ اس صورت میں کام کرنا آسان نہیں ہے۔ میں کام نہیں کرسکتا۔ لعنت ہو تم

پر......‘‘ اُس نے ریسیور لٹکا دیا۔

دس منٹ بعد وہ نیو یارک کے لیے روانہ ہوگیا۔



حارث نیو یارک کے پلازہ ہوٹل میں مقیم تھا۔ وہ لابی میں بیٹھی ہوئی ایک حسین لڑکی کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اچانک اُسے احساس ہوا کہ وہ لڑکی کے حسن کا موازنہ الزبتھ سے کر رہا ہے۔ اس کے خیالات کی رو الزبتھ کی طرف مڑ گئی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا الزبتھ زندہ ہے؟ پھر اُس نے سوچا کہ وہ کتنی آسانی سے سینٹ جان سے نکل آیا، الزبتھ کی پروا کیے بغیر...... اور اُسے کوئی فکر بھی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی اُسے احساس ہوا کہ فکر نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ وہ سینٹ جان واپس جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اُس نے اپنے باپ کے نام 33 ہزار ڈالر کا منی آرڈر بھیج دیا تھا اور اب وہ دنیا کی ہر ذمے داری سے سبکدوش ہوگیا تھا۔

اُسے اس قرض کی ادائیگی کی بڑی فکر تھی لیکن میڈوز کی موت کے بعد اُسے احساس ہو رہا تھا کہ جس کام میں اُس نے ہاتھ ڈالا ہے اُس کا انجام اُس کی موت یا گرفتاری ہوگا۔ گرفتاری اور بلا تھی۔ ایک گرفتاری کے نتیجے میں لانے والا قرض اُتارنے کے لیے اُس نے یہ کام قبول کیا تھا اور اب دوسری گرفتاری کا نتیجہ مزید قرض! یہ قسمت کی عجیب ستم ظریفی تھی۔

دوسری طرف اُس کا ضمیر ملامت کر رہا تھا۔ اُس نے چالیس ہزار ڈالر وصول کیے تھے لیکن اب تک کوئی کام نہیں کیا تھا، جہاں تک موت کا تعلق تھا، وہ اُس کے لیے کوئی اجنبی چیز نہیں تھی۔ پولیس کی ملازمت کے دوران اُس نے بارہا موت کو قریب سے دیکھا تھا۔

وہ ان خیالوں میں اُلجھا ہوا تھا کہ اُس نے سلوکم کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔ وہ بری طرح چونکا۔ سلوکم بہت تھکا ہوا دکھائی دے رہا تھا اور اس کا انداز معذرت خواہانہ تھا۔ ’’تم نے مجھے کیسے تلاش کیا؟‘‘ حارث نے پوچھا۔

’’تم نے مجھے گیارہ بجے ائر پورٹ سے فون کیا تھا۔‘‘ سلوکم نے وضاحت کی۔ ’’اس کے دس منٹ بعد نیو یارک کی فلائٹ تھی۔ میں نے ایک ایجنٹ کو تمہاری تلاش پر لگایا۔ کوئی پچاس ہوٹل چیک کرنے کے بعد پتا چلا کہ تم یہاں ہو۔‘‘

’’اب تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟‘‘

’’تمہیں سینٹ جان واپس لے جانے کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا؟‘‘

’’میڈوز کی لاش دریافت ہونے کے بعد کیا ہوا؟‘‘ حارث نے پوچھا۔ اُسے احساس تھا کہ وہ دونوں ہی سوالوں کے جواب میں سوال کر رہے ہیں۔

بالآخر سلوکم نے جواب دیا۔ ’’یہ ایک معما ہے۔ اخباروں میں اس کے متعلق کچھ بھی نہیں ہے۔‘‘

’’اس سلسلے میں کوئی وضاحت کر سکتے ہو؟‘‘

سلوکم نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ’’کسی وجہ سے پولیس نے یہ خبر دبالی ہے۔ وجہ مجھے معلوم نہیں مجھے بہت کچھ معلوم نہیں، اب تم مجھے میرے سوال کا جواب دو۔‘‘

’’تمہیں مکمل معلومات فراہم کرنا ہوں گی۔‘‘ حارث کے لہجے میں قطعیت تھی۔

سلوکم نے کندھے جھٹکے، جیسے ہتھیار ڈال رہا ہو۔ ’’میں ایک جملے میں سب کچھ سمیٹ رہا ہوں۔ سرمایہ داروں کا ایک گروپ نکاراگوا خرید رہا ہے، میں ان کی نمائندگی کر رہا ہوں۔‘‘

’’نکاراگوا...... اور برائے فروخت!‘‘ حارث نے حیرت سے کہا۔

’’ہاں، مکمل ملک، سیاست دان، فوج، مالیات، اسمبلی...... غرض ہر چیز۔ سرمایہ دار اپنا سرمایہ، اپنے اثاثے وہاں منتقل کرنا چاہتے ہیں تاکہ ٹیکس کے نام پر ہونے والی زیادتیوں سے بچ جائیں لیکن مذاکرات میں کوئی گڑ بڑ ہوگئی ہے۔ نکاراگوا کے کمیونسٹ گوریلوں کو کسی طرح اس سودے کی بھنک پڑ گئی ہے اور اب وہ اسے روکنے کے چکر میں ہیں مجھے یقین ہے کہ اُن کا گروپ سینٹ جان میں موجود ہے۔ میڈوز کو اُنہوں نے ہی ہلاک کیا۔ ایکلن کے مکان پر حملہ بھی...... اور مجھے یقین ہے کہ الزبتھ پیرٹ بھی انھی کے قبضے میں ہے۔‘‘

حارث کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یقین کرلے یا نہیں۔ ان تمام باتوں کی تصدیق کیسے کی جائے؟

’’جب سے یہ گوریلے ملوث ہوئے ہیں، ہمارا کام بڑھ گیا ہے۔ ایک پیچیدہ معاملے کو فائنل کرنے کے سلسلے میں مذاکرات اور اب ہمیں ان گوریلوں کی بھی فکر کرنی ہے۔‘‘

’’یعنی انہیں قتل کرنا ہے۔‘‘ حارث نے سرد لہجے میں کہا۔

"اُن کا مقصد ہمیں قتل کر کے معاہدہ ہونے سے روکنا ہے۔ یہ بھی بتادوں کہ مارکوس ان گوریلوں سے واقف ہے، اس لیے اُس کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں اب تمہاری ضرورت ہے۔"

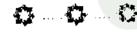
"لیکن ایکلن کے مکان پر فائرنگ کے بعد اسے اب تک اُسے نہیں دیکھا گیا ہے؟"

"ہاں، سوال یہ ہے کہ وہ ہے کہاں؟"

حارث سوچ میں پڑ گیا۔ ہیلی فیکس میں، جہاں وہ الزبتھ کے بقول پہلے سے چھپا ہوا تھا لیکن اُس نے سلوکم سے کچھ نہیں کہا۔

"تو اب بتاؤ، تم سینٹ جان واپس چلنے کے کیا لو گے؟" سلوکم نے پوچھا۔

"کچھ نہیں، میں الزبتھ کو تلاش کرنے وہاں جاؤں گا، اگر مارکوس مل گیا تو تمہارا......" حارث نے جواب دیا۔ سلوکم اثبات میں سر ہلا رہا تھا۔



وہ لیٹر کمیٹی نمبر 9، ڈیپارٹمنٹ آف جسٹس، وائٹ ہاؤس کی طرف سے جگدیش کارپوریشن میں موصول ہوا تھا۔ جگدیش کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس خط کو کس خانے میں فٹ کرے۔ خط میں نکارا گوا کی سرمایہ کاری کے حوالے سے کمیٹی نمبر 9 کے چیئرمین نے اُسے وائٹ ہاؤس میں طلب کیا تھا۔ کمیٹی کے چیئرمین کا نام فیلڈ مین تھا۔ خط کے آخر میں فیلڈ مین کے دستخط تھے۔

جگدیش نے وہ خط ملتے ہی اپنے وکیل سے بات کی تھی۔ وکیل کا کہنا تھا کہ وہ اس طلبی کا سبب سمجھنے سے قاصر ہے۔ اُس نے یقین دلایا تھا کہ نکارا گوا کا سودا امریکن قوانین سے متصادم نہیں ہے۔ تاہم اُس نے محتاط رہنے کا مشورہ بھی دیا تھا۔ اس کے بعد جگدیش نے وائٹ ہاؤس فون کیا تھا۔ فیلڈ مین موجود نہیں تھا۔ اُس کی سیکریٹری سے بات ہوئی تھی۔ "مسٹر فیلڈ مین آجائیں تو اُن سے کہنا کہ مجھے فون کرلیں" جگدیش نے سرد لہجے میں کہا تھا۔

"جناب، مسٹر فیلڈ مین اپنی کمیٹی کے خفیہ معاملات کے متعلق کبھی فون پر گفتگو نہیں کرتے۔ آپ کل صبح وائٹ ہاؤس تشریف لے آئیے۔" جواب ملا تھا۔

اس گفتگو کے نتیجے میں جگدیش اس وقت وائٹ ہاؤس میں موجود تھا۔ فیلڈ مین تک

پہنچنے سے پہلے اُسے سیکیورٹی کے مراحل سے گزرنا پڑا، جو اُسے بہت گراں گزرا۔ دس منٹ بعد فیلڈ مین کی سیکریٹری نے اپنے باس کے کمرے کا دروازہ کھولا اور اُسے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ وہ بہت تنگ کمرا تھا۔ کھڑکیوں سے یکسر محروم۔ فیلڈ مین جگدیش کے کمرے میں داخل ہوتے ہی اپنی کرسی سے اُٹھا لیکن اُس نے جگدیش کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔ البتہ اُس نے جگدیش کو سامنے والی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جگدیش نے اُسے بہ غور دیکھا۔ وہ طویل القامت تھا اور کسرتی جسم کا مالک تھا۔ آنکھوں سے توانائی جھلکتی تھی۔ عمر پچاس کے لگ بھگ ہوگی۔ مجموعی طور پر اس کی شخصیت میں دبدبہ تھا۔

"آپ کی آمد کا شکریہ۔ میں بلا تمہید آپ کو اس بلاوے کا سبب بتاؤں گا۔" فیلڈ مین نے اُس کے بیٹھتے ہی کہا۔ "کمیٹی نمبر 9 ملک میں بڑے بزنس کی پالیسی، سیاست اور کوالٹی کے بارے میں تحقیقی کام کے لیے بنائی گئی ہے۔ ہم بڑے کاروباریوں کے عزائم بھی سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ اُن سے ملک و قوم کو کوئی خطرہ تو لاحق نہیں۔ اب آپ میری بات ذرا توجہ سے سنیں۔ ہمیں نکارا گوا کے سودے کا علم ہوا ہے۔ مجھے اس سلسلے میں تم سے نمٹنے کا فرض سونپا گیا ہے۔"

"نکارا گوا؟ کون سا سودا؟ اور یہ مجھ سے نمٹنے سے آپ کی کیا مراد ہے؟ وضاحت کیجیے۔" جگدیش نے سرد لہجے میں کہا۔

"یہ کام تو تم ہی مناسب طور پر کرسکو گے۔" فیلڈ مین کا لہجہ بھی سرد تھا۔

"میں اور میرے کچھ ساتھی سرمایہ دار اپنے اثاثے اور صنعتیں نکارا گوا منتقل کرنا چاہتے ہیں اور یہ غیر قانونی نہیں ہے۔ ہم قانون کی حدود میں رہ کر کام کر رہے ہیں۔"

"قانون کو اُٹھا کر ایک طرف رکھ دو۔ یہ بتاؤ کہ تم سبھاش گپتا اور ہاورڈ ہیوز سے کس حد تک واقف ہو؟"

جگدیش چند لمحے سوچتا رہا پھر بولا۔ "اب میں اپنے وکیل کی عدم موجودگی میں کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔"

"اوہ، یہ بات ہے۔ تم اپنے بے ایمان وکیل کی موجودگی ہی میں بات کرو گے۔"

جگدیش اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

''ٹھہر جاؤ۔'' فیلڈ مین نے چیخ کر کہا۔ ''غور سے سنو اور میری بات اپنے پارٹنرز تک بھی پہنچا دو۔ وہ اس سے پہلے بھی ٹیکس سے بچنے کی ان گنت اسکیمیں بنا چکے ہیں لیکن یہ اسکیم واقعی کارآمد ہے۔ جنرل انٹونیوسموزا ہم سے ناخوش ہے۔ تمہاری پیش کش بہت اچھی ہے۔ تم نکاراگوا خرید لوگے اور یہ تمہارے نزدیک ایک منفعت بخش سرمایہ کاری ہوگی۔ تمہارے بعد اور بھی بہت سے سرمایہ دار نکاراگوا کا رخ کریں گے لیکن میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ ہماری حکومت اس کی اجازت نہیں دے گی۔ تمہیں روکنے کا کام میرے سپرد کیا گیا ہے۔''

''مجھے افسوس ہے مسٹر فیلڈ مین کہ تمہیں ایسا کام دیا گیا، جس کا مقدر ناکامی ہے۔ میں اور میرے پارٹنر اس سودے کی تکمیل کر کے رہیں گے۔'' جگدیش نے کہا۔ ''حکومتوں کی غلط پالیسیوں نے ہمیں یہ انتہائی قدم اُٹھانے پر مجبور کر دیا ہے۔ تم ہمیں نہیں روک سکو گے۔''

''جاؤ اور اپنے پارٹنرز کو بتا دو کہ سودا منسوخ ہوگیا ہے۔'' فیلڈ مین نے سفاک لہجے میں کہا۔

''تم جاؤ اور ملک بھر کے وکیلوں سے مشورہ کرلو، اس کے بعد عدالت میں تم سے ملاقات ہوگی۔''

''ہرگز نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ سودا قانون سے متصادم نہیں۔''

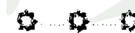
''تو اور تم کس طرح ہمیں روکو گے؟''

''میں نے اس کام کا بیڑا اُٹھایا ہے اور میں تمہیں روک کر رہوں گا۔ خواہ اس کے لیے مجھے انتہائی قدم اُٹھانا پڑے۔''

''تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔''

''تم اور تمہارے پارٹنرز......'' فیلڈ مین کی آواز میں سرگوشی سے بلند نہیں تھی۔ ''تم لوگوں نے اپنی تباہی کا سامان کر لیا ہے۔ یاد رکھنا، آخری فیصلہ تمہارا تھا۔ میں تم سب کو تباہ و برباد کر دوں گا۔''

جگدیش نے کمرے کا دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔



سلوکم کی کوششوں کے نتیجے میں ٹریجینی میں ایک سراغ ملا تھا۔ الزبتھ موریس نے

وہاں کے ہوٹل کے اسٹور سے کچھ خریداری کی تھی اور ادائیگی کریڈٹ کارڈ کے ذریعے کی تھی۔ اُس نے جو چیزیں خریدی تھیں، وہ تمام مردانہ ضروریات کی تھیں۔

''اس کا مطلب ہے کہ مارکوس وہاں مل سکتا ہے۔'' حارث نے سب کچھ سننے کے بعد کہا۔

''ہاں، رین فیلڈ سینٹ اور یل میں مصروف رہے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ٹریجینی جاؤ۔ یہ بات ٹریجن ہوٹل کی ہے۔''

ایک گھنٹے بعد حارث اپنی کار میں ٹریجینی کی طرف جا رہا تھا۔ اس کا اندازہ تھا کہ دو سو میل کا وہ سفر پانچ گھنٹے کھا جائے گا۔ دوپہر ہو چکی تھی۔ موسم کے تیور بھی کچھ اچھے نہیں تھے۔ وہ ساڑھے پانچ گھنٹے بعد ٹریجینی پہنچا۔ قصبے میں موت کا سا سکوت طاری تھا۔ ہوٹل ٹریجن کی عمارت جدید طرز کی تھی۔ عمارت کے عقب میں پارکنگ ایریا میں چالیس کے قریب کاریں موجود تھیں۔ ایک جانب ایک چھوٹا سا رن وے اور ہیلی پیڈ تھا۔ ہیلی پیڈ پر دو ہیلی کاپٹر موجود تھے۔ رن وے پر دو انجن والا سیسنا جہاز کھڑا تھا۔

حارث نے کار روکی اور چند لمحے سوچتا رہا۔ ہیلی کاپٹرز کی موجودگی اُسے احساس دلا رہی تھی کہ اُسے محتاط رہنا ہوگا۔ وہ کسی بھی شخص کے چھپنے کے لیے بہترین مقام تھا۔ مارکوس آمدورفت کے لیے ہیلی کاپٹر استعمال کر سکتا تھا۔ اُس نے گاڑی آگے بڑھائی اور پارکنگ ایریا میں کھڑی کر دی۔ پھر وہ کار سے اُترا اور ہوٹل کی عمارت میں داخل ہوگیا۔

اندر ہوٹل کے دو ملازم اور چھ مہمان نظر آئے۔ وہ انہیں بہ غور دیکھتا ہوا بار کی طرف بڑھ گیا۔ بار میں کوئی بھی نہیں تھا۔ حتیٰ کے بار مین بھی غائب تھا۔ اُس نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ چار بجے تھے۔ وہ استقبالیہ کاؤنٹر پر واپس آیا اور استقبالیہ کلرک سے مخاطب ہوا۔ ''گزشتہ رات بار میں، میں ایک صاحب سے ملا تھا، مجھے نام یاد نہیں رہا اُن کا۔'' اُس نے ذہن پر زور دینے کی اداکاری کرتے ہوئے مارکوس کا حلیہ دُہرایا۔ ''دراصل میں اُن کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔'' اُس نے آخر میں کہا۔

کلرک چند لمحے سوچتا رہا پھر سر ہلا کر بولا۔ ''مسٹر مارینی ہی ہو سکتے ہیں۔''

''ہاں، شاید یہی نام تھا، تھینک یو۔'' حارث نے کہا اور بار کی طرف چلا آیا۔ بار

والے کوریڈور میں فون بوتھ تھا۔اُس نے فون کیا۔سوئچ بورڈ آپریٹر نے جواب دیا۔''مسٹر مارینی کس کمرے میں ہیں؟''اُس نے پوچھا۔

''317 میں۔''

''اُن سے بات کرائیے۔''

اگلے ہی لمحے جو آواز اُس نے سنی۔اُس نے غیر متوقع نہ ہونے کے باوجود اُسے چونکا دیا۔وہ الزبتھ کی آواز تھی۔اُس نے فون رکھا اور زینوں کی طرف لپکا۔تیسری منزل پر نصب تختی سے پتا چلا کہ 301 نمبر سے 321 تک کمرے اسی کوریڈور میں ہیں۔وہ آگے بڑھ گیا۔کمرا نمبر 317 کے دروازے پر پہنچ کر اُس نے ریوالور نکالا اور اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔دروازہ الزبتھ نے کھولا۔اُس نے کمرے میں قدم رکھا۔الزبتھ تنہا تھی۔وہ متوحش نظر آ رہی تھی پھر اُس کے چہرے پر شدید غصے کا تاثر نظر آیا۔''دروازہ بند کردو۔''حارث نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

الزبتھ نے دروازہ بند کردیا۔''تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں یہاں ہوں؟''

حارث نے جواب دینے کے بجائے اُلٹا سوال کردیا۔''مارکوس کہاں ہے؟ کب واپس آئے گا؟''سامنے ایک کارنر میں تین سوٹ کیس رکھے تھے۔اُن کے ڈھکنے اُٹھے ہوئے تھے۔دو میں مردانہ اور تیسرے میں زنانہ ملبوسات تھے۔

''وہ رات کو واپس آئے گا۔''الزبتھ نے جواب دیا۔''تمہیں کیسے پتا چلا کہ ہم یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں؟''

''بس میں تمہیں ڈھونڈنا چاہتا تھا،سو تمہیں ڈھونڈ لیا۔''

''لیکن میں اب مارکوس کے ساتھ ہوں۔اُس نے مجھے تم سے دور رہنے کی ہدایت کی ہے۔''الزبتھ نے سرد لہجے میں کہا۔اُس کے انداز میں بے مہری تھی۔

''لعنت بھیجو اُس پر تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے ڈونا ہوٹل کیوں چھوڑا؟''

''تمہیں یہ بھی معلوم ہے،اس کا مطلب ہے کہ تم میرا تعاقب کرتے رہے ہو؟''

''میرے سوال کا جواب دو۔''حارث نے سخت لہجے میں کہا۔

الزبتھ نے ہچکچاتے ہوئے جواب دیا۔''پیٹر نے مجھے وہاں جانے کے لیے کہا تھا لیکن مجھے اندازہ ہوا کہ ایک موٹا آدمی میرا تعاقب کر رہا ہے،چنانچہ میں نے ہوٹل چھوڑ دیا۔''

''تم نے اُس موٹے کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا وہاں؟ تمہیں پتا نہیں کہ وہاں کیا ہوا؟''

''میں نے اُس موٹے کے سوا کسی کو نہیں دیکھا۔''

حارث نے اندازہ لگایا کہ وہ سچ بول رہی ہے اور اُسے میڈوز کے قتل کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔

''اور اب تم یہاں سے چلے جاؤ۔''الزبتھ نے سرد مہری اختیار کرتے ہوئے کہا۔

حارث خاموشی سے اس توہین کو پی گیا۔چند روز پہلے اس لڑکی نے کچھ وعدے کیے تھے جن کی بنیاد پر وہ ایک مشترک مستقبل کے خواب دیکھنے لگا تھا لیکن اب پھر مارکوس کے جال میں پھنس گئی تھی۔حارث کو مایوسی بھی ہوئی اور غصہ بھی آیا۔تاہم اُس نے بڑے تحمل سے کہا۔

''سوری،میں ایسا نہیں کرسکتا۔میں اس لیے نہیں آیا کہ تم مجھے نکال دو،صرف مارکوس کی وجہ سے۔میں تم سے جھوٹ سننے بھی نہیں آیا ہوں۔تم نے کہا ہے کہ مارکوس رات کو آئے گا۔ٹھیک ہے،میں رات کا انتظار کروں گا۔میں اُس سے بات کروں گا۔اُس کی مرمت کروں گا تاکہ تم اُس کی چنگل سے نکل سکو۔''

''لیکن میں مارکوس سے جدا نہیں ہونا چاہتی۔''

''سوری۔''حارث نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔''تم مجھے اتنی عزیز ہو کہ میں تمہیں مارکوس کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتا۔اب دو ہی صورتیں ہیں مارکوس سے گفتگو کرنے کے بعد...... یا تو میں اور تم ایک ساتھ امریکا واپس جائیں گے یا میں تم دونوں کو مقامی پولیس کے سپرد کردوں گا۔یقین کرو یا نہ کرو،میں ایسا کروں گا۔''

وہ بری طرح خوفزدہ ہوگئی۔''ٹھیک ہے،میں مارکوس سے بات کرتی ہوں۔''چند لمحے بعد وہ بولی۔

''کیا مطلب! کہاں ہے وہ؟''حارث بری طرح چونکا۔

''نیچے...... کمرا نمبر 273 میں۔وہ دو راتوں کا جاگا ہوا تھا،سو رہا ہے۔''

''اُسے فون کرو۔''

''نہیں،وہ فون ریسیو نہیں کرے گا۔تم سمجھتے کیوں نہیں،وہ اس کے تعاقب میں

ہیں، اُس پر دوبار قاتلانہ حملہ ہو چکا ہے۔ میں خود اُسے لے کر آؤں گی، مجھ پر بھروسا کرو۔ تم کیا محبت کرتے ہو مجھ سے؟''

''میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔''

''نہیں، اس طرح بات نہیں بنے گی، یوں وہ زبان نہیں کھولے گا۔ مجھے اُسے سمجھانے کے لیے دس منٹ کی مہلت دو، میں کہیں بھاگ نہیں جارہی، تم پولیس کو فون کردو گے تو ایک منٹ میں علاقے کی ناکابندی ہو جائے گی۔ میں مانتی ہوں، میں نے تمہیں دھوکے دیے ہیں لیکن میری دُشواریوں کو بھی سامنے رکھو۔ پلیز، تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ میرا اعتبار نہیں کرو گے تو میں خود کو کیسے بدلوں گی۔''

اُس کے جانے کے بعد حارث چند سیکنڈ ساکت کھڑا رہا، پھر کمرے کی تلاشی لینے میں مصروف ہوگیا۔ الماری میں مارکوس کے کئی سوٹ لٹکے ہوئے تھے۔ اُس نے ہر جیب کی تلاشی لی، جیبیں خالی تھیں۔ پھر اُس نے سوٹ کیسوں کی تلاشی لی لیکن کوئی ایسی چیز نہ نکلی جس سے اُن دونوں کی منزل کا پتا چلتا۔

اُس نے گھڑی دیکھی۔ الزبتھ کو گئے ہوئے دس منٹ ہو چکے تھے۔ اُسے گڑبڑ کا احساس ہونے لگا۔ الزبتھ پر اعتبار کر کے اُس نے حماقت کی تھی۔ وہ دروازے کی طرف لپکا اور کوریڈور میں نکل آیا۔ وہ بھاگم بھاگ کمرا نمبر 273 میں پہنچا اور اُس نے دروازہ پیٹ ڈالا۔ ایک پستہ قامت آدمی نے دروازہ کھولا۔ ''مسٹر مارینی موجود ہیں؟'' حارث نے اُس سے پوچھا۔

''میرا خیال ہے، آپ غلط جگہ آگئے ہیں جناب، یہ کمرا نمبر 273 ہے۔'' پستہ قامت نے کہا۔

حارث سوری کہہ کر تیزی سے پلٹا۔ اُسے احساس ہوگیا کہ چوٹ ہوگئی ہے۔ وہ بھاگتا ہوا ہوٹل سے نکلا اور پارکنگ ایریا میں پہنچ کر ادھر اُدھر دیکھا، کہیں کوئی متحرک کار دکھائی نہیں دی۔ پھر اُس نے ایک آواز سنی اور چونک کر آسمان کی طرف دیکھا۔ ایک ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ الزبتھ اُس میں موجود تھی۔ ہیلی کاپٹر میں صرف پائلٹ تھا اور وہ مارکوس ہرگز نہیں تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر کو جاتا دیکھ کر کڑھتا رہا اور خود کو اپنی حماقت پر برا بھلا کہتا رہا۔

پھر وہ پلٹا اور ہوٹل میں آیا۔ لفٹ کے ذریعے تیسری منزل پر پہنچ کر وہ کمرا نمبر 317

میں داخل ہوا۔ اُسے یقین تھا کہ مارکوس وہاں ضرور آئے گا۔ ایک گھنٹے کے بعد اُس کا یقین درست ثابت ہوا۔

مارکوس پہلے کے مقابلے میں کمزور ہوگیا تھا۔ حارث نے ریوالور کے اشارے سے اُسے دروازہ بند کرنے کو کہا۔ ''اب صورتِ حال اور خراب ہے۔'' اُس نے مارکوس سے کہا۔ ''تمہیں دو لاشوں کے سلسلے میں بھی جواب دہی کرنی ہے۔ تمہیں کیا ہوگیا، تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کیوں کی، مجھے الزبتھ کی رشوت کیوں پیش کی؟'' حارث کا انداز جارحانہ تھا۔ ''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''

''جگدیش کی آمد انتظار۔''

''جگدیش یہاں آرہا ہے، کیوں؟''

''تم اُس کے لیے کام کر رہے ہو۔ تمہیں وجہ یقیناً معلوم ہوگی۔'' مارکوس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

حارث نے ریوالور کا دستہ پوری قوت سے اُس کے منہ پر رسید کیا۔ مارکوس فرش پر ڈھیر ہوگیا۔ اُس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ آنکھوں میں بے یقینی تھی۔ ''میڈوز کا قاتل کون ہے؟ تمہاری جان کے درپے کون لوگ ہو رہے ہیں؟ جواب دو۔'' حارث نے سخت لہجے میں کہا۔

نکاراگوا کے کمیونسٹوں کا ایک گروپ ہے، وہ یہاں موجود ہیں۔ یہ مت کہنا کہ تمہیں اس کا علم نہیں۔'' مارکوس نے اپنے منہ سے خون پونچھتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا۔

''اور تم یہاں جگدیش کے منتظر ہو؟ جبکہ ہمیں اس کی آمد کا علم ہی نہیں۔''

''ابتدا ہی سے میرا جگدیش سے براہِ راست رابطہ ہے۔ مجھے ہدایات انٹونیو سموزا کے نائب جنرل اوٹریلو سے ملتی ہیں۔ میں اُس سے ملنے والے کاغذات و دستاویزات جگدیش تک پہنچا دیتا ہوں۔''

''اور ہم یہاں کیا کر رہے ہیں؟ جھک مار رہے ہیں؟'' حارث جھنجلا گیا۔ مارکوس ہچکچایا۔ ''اور پٹنا چاہتے ہو؟'' حارث نے دانت پیس کر کہا۔

''تم لوگ محض چارا ہو...... کمیونسٹ گوریلوں کے لیے۔ مقصد یہ تھا کہ کمیونسٹ گوریلے تم سے اُلجھے رہیں اور ہم بالا ہی بالا کام مکمل کر لیں۔ یہ تھیوری تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ

میرے پیچھے پڑ گئے ہیں...... نہ جانے کیسے؟''

''یہ بات تمہیں کس نے بتائی کہ ہمیں بہ حیثیت چارا استعمال کیا جا رہا ہے۔''

''میں تمہیں بتا رہا ہوں، یہ جگدیش کی حکمت عملی تھی۔''

''حقیقت یہ ہے کہ تم مجھے کچھ بتانے سے بچ رہے ہو، کچھ چھپا رہے ہو مجھ سے بہتر یہی ہے کہ شرافت سے اُگل دو، ورنہ میں تمہارے گھٹنے چھلنی کر دوں گا۔''

''نہیں خدا کے لیے نہیں۔'' مارکوس گڑگڑایا۔''ہاں، ایک بات ہے، جسے میں صرف محسوس کر سکتا ہوں، اُس کی شناخت نہیں کر سکتا۔ وہ یہ کہ ایک تیسرا گروپ بھی ہے، تم لوگوں اور کمیونسٹوں کے علاوہ۔''

''لیکن یہ بات بھی تو تمہیں کسی وجہ سے محسوس ہوئی ہوگی۔''

''ہاں، میرے پیچھے دو گروہ لگے ہوئے ہیں۔ اُن میں لاطینی امریکا کے لوگوں کو تو میں پہچانتا ہوں، دوسرے لوگ تو پولیس والے ہیں یا شکاگو کے گن مین۔ اصلیت کا علم تو صرف خدا کو ہے۔''

اُس کی آواز میں مایوسی و بے چارگی تھی۔ حارث کو اندازہ ہو گیا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ اُسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔''چلو، بات کرو۔'' حارث نے ریوالور لہراتے ہوئے کہا۔

مارکوس نے ریسیور اُٹھا کر کہا۔''یس...... یس؟'' اگلے ہی لمحے اُس کا چہرہ سپید پڑ گیا اور ہاتھ پیر کانپنے لگے۔ حارث فون کی طرف لپکا لیکن مارکوس نے اُس سے پہلے ہی ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔

''کون تھا؟'' حارث نے سخت لہجے میں پوچھا۔

مارکوس کے چہرے پر دیوانگی کا تاثر نظر آیا اور اُس نے حارث پر چھلانگ لگا دی۔ حارث نے پہلو بچاتے ہوئے ریوالور والا ہاتھ گھمایا۔ مارکوس کی کنپٹی پر دستہ لگا۔ وہ نیچے گرنے سے پہلے ہی بے ہوش ہو گیا۔ حارث نے اُس کی جیبوں کی تلاشی لی۔ اس میں ایک بٹوے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ بٹوے میں بیس ڈالر کے تین نوٹ تھے اور ایک چھوٹا نوٹ پیڈ۔ حارث نے نوٹ پیڈ روشنی کے سامنے لا کر اُس کا جائزہ لیا کہ شاید اوپر والی شیٹ پر پچھلی تحریر کا نشان ہو لیکن پیڈ بالکل صاف تھا۔

حارث نے اپنا کوٹ اُٹھایا اور کمرے سے نکل آیا۔ لفٹ کے قریب وہ ایک گوشے میں دُبک کر کھڑا ہو گیا۔ پانچ منٹ بعد دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ اُس نے بڑی احتیاط سے جھانکا۔ مارکوس کمرے سے نکلا تھا۔ اس بار اُس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ وہ لفٹ میں بیٹھ گیا۔ لفٹ کا د وازہ بند ہوتے ہی حارث زینوں کی طرف جھپٹا۔ وہ نیچے پہنچا تو مارکوس ہوٹل سے نکل رہا تھا۔ فاصلہ مناسب تھا۔ حارث بھی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

مارکوس باہر کھڑی ہوئی فورڈ میں بیٹھا۔ دوسرے ہی لمحے فورڈ پارکنگ ایریا سے نکل رہی تھی۔ حارث تیزی سے اپنی کار کی طرف لپکا۔ چند لمحے بعد وہ رڈ کا تعاقب کر رہا تھا۔



نکاراگوا کے دارالحکومت ماناگوا کے ائیرپورٹ سے نکلتے ہی جگدیش نے فیصلہ کر لیا کہ پارٹنرز کے اقتدار سنبھالتے ہی اس سلسلے میں کام کرنا ہوگا۔ رن وے کی سہولتیں ناکافی ہونے کی وجہ سے پروازوں کی آمدورفت میں تاخیر بعض اوقات ایک گھنٹے سے تجاوز کر جاتی تھی۔ اس کے بعد کسٹم کا مرحلہ بھی کم از کم ایک گھنٹے میں طے ہوتا تھا۔

یہ دوسرا موقع تھا کہ وہ نکاراگوا آیا تھا۔ پچھلی بار ایک ماہ پہلے۔ پہلے کی طرح اس بار بھی سہاش نے اُسے لینے کے لیے کار بھیجی تھی۔ اس وقت وہ کار کی کھڑکی سے گزرتے ہوئے مناظر دیکھ رہا تھا۔ نکاراگوا کا دارالحکومت ہالی ووڈ کی کسی فلم کا سیٹ معلوم ہو رہا تھا۔ جھونپڑیاں، اندھے بھکاری، سڑکوں پر کھیلتے ہوئے ننگے بچے۔ اُس نے اتنی غربت ہندوستان اور افریقہ کے پسماندہ ممالک میں بھی نہیں دیکھی تھی۔ وہاں صرف دو عمارتیں قابل دید تھیں۔ نیشنل گارڈ کمانڈر کا ہیڈکوارٹر اور جنرل سموزا کا محل۔

پچھلے موقع پر وہ جنرل انٹونیو سموزا سے ایک گھنٹے کے لیے ملا تھا اور اُس سے بے حد متاثر ہوا تھا۔ سہاش کا کہنا تھا کہ جنرل اُس سے کم دولت مند نہیں ہے اور یہ سچ بھی تھا۔ ملک کی واحد ائیر لائن، واحد سیمنٹ فیکٹری، سب سے زیادہ بکنے والا اخبار، سونے چاندی اور جست کی متعدد کانیں...... وہ سب کچھ سموزا فیملی کی ملکیت تھا اور اب جنرل اس ملک کو فروخت کر کے کسی پرسکون مقام پر اپنے کنبے کے ساتھ گمنامی کی زندگی گزارنا چاہتا تھا۔

محل کے حفاظتی انتظامات وائٹ ہاؤس سے بھی زیادہ سخت تھے۔ اس کی کار کئی جگہ

روکی گئی اور کاغذات چیک کیے گئے۔ بالآخر وہ محل کے نوتعمیر شدہ مشرقی ونگ میں داخل ہوا، جہاں اب سبھاش گپتا مقیم تھا۔

سبھاش گپتا اُس وقت کھانے میں مصروف تھا۔ پرہیزی کھانا، سبزی کا سوپ، جس میں وہ ڈبل روٹی توڑ کر بھگو لیتا تھا اور پھر چمچے سے اُسے کھاتا تھا۔ جگدیش کو قسمت کی اس ستم ظریفی پر ہمیشہ ہنسی آتی تھی کہ سبھاش ارب پتی ہونے کے باوجود لذتِ کام و دہن سے محروم تھا۔

کھانے سے فارغ ہوکر سبھاش، جگدیش کی طرف متوجہ ہوا۔ ''کہو، کیا پوزیشن ہے؟''

''میں فیلڈ مین کے متعلق اب تک کوئی اہم معلومات حاصل نہیں کرسکا ہوں۔'' جگدیش نے بتایا۔

''اب تو مہلت بھی صرف سات دن کی رہ گئی ہے۔ مجھے بھی اس سلسلے میں کوئی کام کا آدمی نہیں ملا۔'' سبھاش نے کہا۔

جگدیش کو یہ سن کر حیرت ہوئی۔ اثر و رسوخ سے سبھاش کا شمار دُنیا کے طاقت ور ترین افراد میں ہوتا تھا۔ وہ ہر جگہ دُنیا کے ہر ملک میں، ہر محکمے میں اپنا کوئی نہ کوئی رابطہ نکال لیتا تھا۔

''میرے وکلا اس سلسلے میں مصروف ہیں۔ اُنہوں نے اپنے مطلب کا ایک آدمی ڈھونڈا تو ہے۔''

''بہت دیر ہوگئی۔ اب تو ہم یہ دُعا ہی کرسکتے ہیں کہ فیلڈ مین کے حرکت میں آنے سے پہلے ہی معاہدے پر دستخط ہو جائیں۔ انٹونیو کے مشیروں اور انٹیلی جنس نے امریکی حکومت کے ردعمل کے بارے میں جو اندازہ لگایا ہے، وہ معقول ہے۔ اُن کے کہنے کے مطابق دو ردعمل متوقع ہیں۔ پہلا تو یہ کہ ہمارے خلاف اخباری مہم چلائی جاسکتی ہے۔ لٹیرے امریکا کی دولت لوٹ کر فرار ہورہے ہیں وغیرہ وغیرہ لیکن اس سے کچھ نہیں ہوگا۔ صرف سیاست دانوں کی نااہلی ثابت ہوگی۔ ہمارا اقدام غیر قانونی اور غیر آئینی نہیں ہے۔ کچھ کا خیال ہے کہ وہ ہمارے خلاف خفیہ طور پر انتہائی نوعیت کی کارروائی کرسکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ کارروائی کیا ہوگی۔ وہ کس حد تک جائیں گے۔ واٹر گیٹ اسکینڈل کے بعد امریکی حکومت محتاط ہوگئی ہے۔ شخصی آزادی اور آزادیٔ عمل کا دور دورہ ہے۔ سی آئی اے کی طاقت مفلوج ہوگئی ہے۔''

''آپ کا کیا خیال ہے، وہ کس حد تک آگے جائیں گے؟'' جگدیش نے پوچھا۔

''میرے خیال میں وہ ہمیں قتل کردیں گے۔'' سبھاش کے لہجے میں ٹھہراؤ تھا۔

''آپ کے خیال میں جسٹس ڈیپارٹمنٹ کا مسٹر فیلڈ مین کوئی گن مین ہے؟'' جگدیش کے لہجے سے پتا چلتا تھا کہ وہ اس معاملے کو سنگین نہیں سمجھ رہا ہے۔

''کیا کہا جاسکتا ہے۔''

''وقت بدل گیا ہے۔ میرے خیال میں وہ صرف دھمکی دے سکتے ہیں، کچھ کر نہیں سکتے۔''

''دیکھو، سب کچھ سامنے آجائے گا۔'' سبھاش نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ ''میرا خیال ہے، ایک سال میں صورتِ حال واضح ہو جائے گی، بشرطیکہ میں اور تم اُس وقت تک زندہ رہے۔''



مانا گوا کے صدارتی محل میں پانٹرز کا اجلاس ہو رہا تھا۔ کچھ...... بہ نفسِ نفیس موجود تھے اور کچھ نے اپنے نمائندوں کو بھیجا تھا۔ اُن کے بیٹھتے ہی جگدیش اُٹھ کھڑا ہوا۔ ''جنٹلمین! میں آپ سب کو مانا گوا میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ جنرل انٹونیو سموزا کی مہمان نوازی سے متاثر ہوئے ہوں گے۔ آپ نے یہاں کی فیکٹریز، فارمز اور ٹی وی اسٹیشن کا معائنہ بھی کرلیا ہے۔ اس سلسلے میں مزید کہنا بے کار ہے کیونکہ ایک ہفتے بعد یہ سب کچھ ایک انوکھی خریداری کے نتیجے میں ہمارا ہوگا۔ آپ کو یقیناً احساس ہوگا کہ آپ تاریخ کے صفحات پر اپنا نام رقم کرنے والے ہیں۔ ایک ارب ڈالر کا یہ بیعانہ دُنیا کی تاریخ میں سب سے بڑا بیعانہ ہے اور میں اسے دُنیا کی سب سے اہم خریداری قرار دوں گا۔ اس کے دوررس نتائج نکلیں گے۔ یہ ایک تصور تھا، جسے ہم نے حقیقت کا روپ دیا ہے، اب آپ سوالات کرسکتے ہیں۔''

البرٹ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے اجلاس کے شرکاء پر نظر ڈالی۔ ''ہم نیشنل گارڈز کی میٹنگ سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔'' اس کے آغازِ کلام کیا۔ ''لیکن ہمارا خیال تھا کہ اس ملک میں کمیونسٹوں کا صفایا 1975ء میں ہوگیا تھا، جب کہ نیشنل گارڈز کے دعوے کے مطابق کمیونسٹ پھر سر اُبھار رہے ہیں۔ اس بار میں اُن کا طریقِ کار پہلے سے زیادہ مؤثر ہے۔''

''آپ کا اشارہ حزبِ اختلاف کے اخبار کی طرف ہے؟'' جگدیش نے پوچھا۔

البرٹ نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ جگدیش دوبارہ گویا ہوا۔ ''میں نے صدر جنرل انٹونیو سے اس سلسلے میں بات کی ہے۔ اُنہوں نے یقین دہانی کرائی ہے کہ آئندہ چند ماہ میں وہ ان تمام

مشکلات پر قابو پالیں گے۔اس سلسلے میں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

''میں اسے تمہاری طرف سے یقین دہانی فرض کر رہا ہوں۔'' البرٹ نے کہا۔

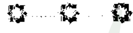
''اُن سے یقینی طور پر نمٹ لیا جائے گا۔اب پچاس روزہ ڈائری کی وضاحت سے پہلے میں یہ بتادوں کہ مسٹر سبھاش گپتا نے امریکی سینٹ کی کمیٹی نمبر 9 کی انکوائری کی وجہ سے کمپنیوں کی نگارا گوا منتقلی کا ابتدائی کام مؤخر کر دیا ہے۔مسٹر البرٹ چاہتے ہیں کہ یہ کام چھ ماہ کے اندر اندر ہو جائے۔اب یہ ذہن میں رکھیے کہ ہماری حیثیت ایک کمپنی کے بورڈ جیسی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو رائے دینے کا حق حاصل ہے لیکن بورڈ کے صدر کی حیثیت سے، پالیسی کے معاملات میں مسٹر سبھاش گپتا کا فیصلہ حتمی ہے، اگر ممبران کی اکثریت کسی بنیادی پالیسی سے اختلاف کرتی ہے تو بات ختم ہو جائے گی یعنی نکارا گوا کی ڈیل ختم۔مسٹر سبھاش گپتا کا کہنا ہے کہ معاہدے پر عمل درآمد شروع ہونے کے ایک سال بعد منتقلی کا کام شروع ہوگا۔تاہم اس سلسلے میں مسٹر سبھاش گپتا اور مسٹر البرٹ کے درمیان علیحدہ سے بات ہونا چاہیے۔آج کی میٹنگ کا مقصد پچاس دن کے ایجنڈے پر گفتگو کرنا ہے۔

''اس مسئلے پر مجھے تم سے اور سبھاش سے بہر حال گفتگو کرنی ہے۔'' البرٹ نے کہا۔''لیکن فی الوقت ایجنڈے پر بات ہوگی۔''

''سو حضرات! انتقال اقتدار کے سلسلے میں یہ پچاس روزہ ایجنڈا آپ کو مل چکا ہے۔اس وقت ہم اس پر گفتگو کریں گے۔پہلے بنیادی باتیں ہو جائیں۔معاہدے پر دستخط کے بعد ایک سال تک صدر جنرل انٹونیو سموزا کو یہیں صدارتی محل میں رہ کر ہماری نمائندگی کرنا ہوگی۔اُس کا اپنا اختیار کچھ نہیں ہوگا۔اُس کی حیثیت ہمارے لیے ایک اعزازی مشیر کی سی ہوگی۔اس دوران اُس کا کنبہ بھی یہیں رہے گا۔چھ ماہ بعد اُن لوگوں کی امریکارونگی کا مرحلہ شروع ہوگا جو سال کے اختتام تک ممکن ہو جائے گا۔سال کے اختتام پر ہمارا نمائندہ جنرل زیلاٹیا ایمرجنسی کمیٹی کے صدر اور افواج کے سپریم چیف کی حیثیت سے منتخب کر لیا جائے گا۔''

اُس نے نظریں اٹھائیں۔تمام شرکاء ایجنڈے کی کاپیوں کے ورق اُلٹ رہے تھے۔شیڈول کے مطابق پہلا دن۔'' اُس نے سلسلہ کلام جوڑا۔'' دوپہر کو صدارتی محل سے جنرل انٹونیو سموزا کی بیماری کی خبر جاری ہوگی۔جنرل زیلاٹیا عبوری صدر کی حیثیت سے حلف اُٹھائے

گا۔اہم حساس علاقوں میں نیشنل گارڈز کے دستے گشت کریں گے۔لاس چالو پاس جیسے کمیونسٹ نواز علاقوں میں کرفیو نافذ کر دیا جائے گا۔ٹی وی پر جنرل انٹونیو سموزا کا اسپتال سے انٹرویو ٹیلی کاسٹ ہوگا۔یہ تھا پہلا دن۔دوسرے دن کا آغاز حزب اختلاف کے اخبار لا پرینسا پر پابندی سے ہوگا۔''



صبح کا سپیدہ نمودار ہو رہا تھا۔حارث کو احساس ہوا کہ واپسی کا سفر سست ثابت ہوا ہے۔اس بار آٹھ گھنٹے لگے تھے۔اب وہ سینٹ جان سے چار میل دور تھے۔اچانک فورڈ کی رفتار کم ہوگئی یا تو مارکوس سینٹ جان میں داخل ہونے کا کوئی ذیلی راستہ استعمال کر رہا تھا...... یا پھر وہ سینٹ اور یل جانے والی سڑک پر مڑنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

اُس کا اندازہ درست ثابت ہوا۔مارکوس کو جس راستے کی تلاش تھی، اُسے صنوبر کے درختوں نے چھپا رکھا تھا۔حارث نے اندازہ لگایا کہ وہ راستہ سینٹ جان کے شمالی حصے میں نکلے گا۔فورڈ بائیں جانب مڑ گئی۔حارث نے اپنی کار کی رفتار بڑھا کر درمیانی فاصلہ کم کر دیا۔چار میل بعد سینٹ جان کی آبادی کے آثار نظر آنے لگے۔ساتھ ہی حارث کی مارکوس کو منزل کے متعلق اندازہ ہوگیا۔وہ یقیناً بین انجینئرنگ کے آفس کی طرف جا رہا تھا۔اس بار اُس کا اندازہ غلط ثابت ہوا۔فورڈ بین انجینئرنگ کے عقب میں قائم فیکٹری کی طرف جا رہی تھی۔مارکوس نے کار روکی اور نکل کر فیکٹری کے دروازے کی طرف لپکا۔حارث نے اپنی کار پیچھے روکی۔وہ وہاں پہنچا تو مارکوس چابی سے دروازہ کھول رہا تھا پھر وہ دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔

حارث سوچتا رہا کہ کیا کرے۔عمارت کے سامنے کے رُخ پر کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ کچھ سوچ کر وہ دروازے کے قریب ایک ستون کی اوٹ میں چھپ کر کھڑا ہو گیا۔اُسے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔چار منٹ بعد مارکوس نمودار ہوا لیکن اس کا حال ابتر تھا۔چہرہ فرط دہشت سے مسخ ہو رہا تھا۔آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھا۔کار تک پہنچتے پہنچتے اُسے قے ہوگئی۔

حارث حیرانی سے اُسے دیکھتا رہا۔مارکوس گرتا پڑتا کار میں بیٹھا۔وہ انجن اسٹارٹ کر ہی رہا تھا کہ حارث نے اُسے پکارا۔''رک جاؤ مارکوس، ورنہ میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔''

مارکوس نے ٹھٹک کر اُسے دیکھا لیکن تیزی سے گاڑی بھگا لے گیا۔حارث نے ریوالور جھکالیا۔فائر کرنا بے سود تھا۔ویسے بھی وہ مارکوس کے اس ابترحال کا سبب سمجھنا چاہتا تھا۔ وہ فیکٹری کے دروازے کی طرف چل دیا، جسے مارکوس کھلا چھوڑ گیا تھا۔اُس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوگیا۔

وہ ایک وسیع وعریض ہال میں کھڑا تھا۔وہ فیکٹری درحقیقت مذبح خانہ تھا۔فضا میں جانوروں کے پیشاب اورخون کی سڑاند رچی ہوئی تھی۔شاید اتوار ہونے کی وجہ سے مذبح خانہ سنسان تھا،ورنہ عام دنوں میں وہاں کٹنے والے جانوروں کی چیخیں گونجتی ہوں گی۔وہ مرکزی ہال میں بڑھتا رہا، جہاں جابجا گوشت لٹکانے والے آنکڑے چھت سے جھول رہے تھے۔ہال کے ایک طرف وہ چبوترہ تھا، جہاں جانوروں کے حلقوں پر چھری پھیری جاتی تھی۔اس کے عقب میں وہ حصہ تھا، جہاں گوشت کا...ٹنے والی مشینیں نصب تھیں۔روشن دان سے اُترنے والی ہلکی ہلکی دھوپ اندھیرے سے لڑنے کی ناکام کوشش کرر ہی تھی۔حارث آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر وہ چیز تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا،جس نے مارکوس جیسے آدمی کو دہلا دیا تھا ریوالور اُس کے ہاتھ میں تھا اور اُس کا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔وہ قربانی والے چبوترے کی طرف بڑھتا رہا۔

شروع میں اُسے کچھ نظر نہیں آیا اُسے چبوترے پر پڑا ہوا وہ بہت بڑا خون آلود چاپڑ نظر آیا،جس سے جانوروں کا گوشت کاٹا جاتا ہے۔چبوترہ خون میں لتھڑا ہوا تھا لیکن یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔البتہ کچھ آگے بڑھنے کے بعد اُسے احساس ہوا کہ وہ جما ہوا پرانا خون نہیں بلکہ تازہ خون ہے۔کچھ اور قریب پہنچ کر وہ دہل گیا۔

وہ چبوترے پر بکھری پڑی تھی۔چاپڑ نے اُس کے سر کو کھیرے کی طرح کاٹ ڈالا تھا۔اس کی جلد نیلی ہوگئی تھی۔ہرطرف خون کے مغز آمیز چھینٹے تھے۔حارث کو یقین نہیں آیا کہ ہاتھ سے استعمال کیا جانے والا چاپڑ کسی انسانی جسم کا یہ حشر بھی کرسکتا ہے۔وہ سحر زدہ سا اُسے دیکھے جارہا تھا۔الزبتھ پیرٹ یا الزبتھ مورس، وہ جوکوئی بھی ہو،اُسے بے حد عزیز تھی۔

وہ باہر نکلا، کار میں بیٹھا اور اُسے اسٹارٹ کیا لیکن اُسے کچھ ہوش نہیں تھا۔اُسے یہ علم بھی نہیں تھا کہ کار کا رُخ ہوٹل ہالٹن کی طرف ہے۔

❂ ❂ ❂

اپنے کمرے میں پہنچ کر وہ بستر پر ڈھیر ہوگیا۔اُس کے تصور میں الزبتھ کا سراپا تھا،وہ شگفتہ بدن نہیں، جسے اُس نے چاہا تھا،وہ چیتھڑے جنہیں اُس نے مذبح خانے میں بکھرے دیکھا تھا اور وہ صرف اُسی کی خاطر سینٹ جان واپس آیا تھا۔وہ مرچکی تھی۔اب ٹھہرنے کا فائدہ؟ لیکن وہ تو قید محبت سے چھٹ کر قید وفا میں آپھنسا تھا۔ جھنکار بدل گئی تھی لیکن زنجیر تو نہیں ٹوٹی تھی۔وہ چیتھڑے جو کبھی نظر نواز جسم ہوا کرتے تھے،اُسے انتقام کے لیے پکار رہے تھے۔اُس نے کوشش کر کے خود کو سنبھالا۔اس ذہنی کیفیت میں تو کوئی فیصلہ بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

فون کی گھنٹی بجی۔اُس نے ریسیور اٹھایا۔دوسری طرف مارکوس تھا۔وہ یقینی طور پر ائیر پورٹ سے بول رہا تھا۔جہازوں کی آوازیں بالکل واضح تھیں۔ ”مجھے تم سے بات کرنی ہے۔“ مارکوس کی آواز بکھر رہی تھی۔ ”مجھے تم سے ملنا ہے لیکن یہاں نہیں، یہاں تو الزبتھ کی طرح مجھے بھی ختم کردیں گے۔میں ٹورنٹو جارہا ہوں،مجھ سے وہاں ملو۔سنو! شوٹر ہوٹل ہے، اُس میں ٹھہرنا۔میں وہاں تم سے بات کروں گا۔“

رابطہ منقطع ہوگیا۔حارث نے ائیر پورٹ فون کیا۔ٹورنٹو جانے والی فلائیٹ روانہ ہورہی تھی۔دوسری کی روانگی میں ایک گھنٹا تھا۔اُس ے اپنے لیے سیٹ ریزرو کرالی۔

پھر وہ باہر نکلا۔اُس نے اپنی پنٹو میں بے مقصد ایک چکر لگایا، یہ دیکھنے کے لیے کہ اُس کا تعاقب تو نہیں کیا جارہا ہے۔مطمئن ہوکر اُس نے ٹیکسی کے اڈے پر کار پارک کی اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔کچھ دیر بعد وہ سینٹ جان ائیر پورٹ کے ٹرمینل میں تھا۔ایک گھنٹے بعد وہ ٹورنٹو کے لیے رانہ ہوگیا۔تین گھنٹے کے اس سفر میں اُسے اندازہ ہوا کہ وہ اعصابی طور پر کتنا شکستہ ہورہا ہے۔اُسے کھائے پیئے سولہ گھنٹے ہوچکے تھے اور اُس سے اب بھی کچھ کھایا نہیں جارہا تھا۔اُسکے ہاتھ لرز رہے تھے۔ائیر پورٹ سے وہ سیدھا شوٹر ہوٹل گیا۔اُس نے کمرا لیا۔اُسی وقت استقبالیہ کلرک کے اُسے ایک پیکٹ دیا۔اُس نے کمرے میں آکر پیکٹ کھولا۔اُس میں دو ٹیلی فون انسٹرومنٹ رہے ہوں گے لیکن اب صرف ایک انسٹرومنٹ تھا۔اُس کے ساتھ کوئی رقعہ نہیں تھا لیکن وہ سمجھ گیا کہ دوسرا انسٹرومنٹ مارکوس کے پاس ہوگا۔انسٹرومنٹ کے ساتھ اُسے استعمال کرنے کے سلسلے میں چھپا ہوا ہدایت نامہ بھی تھا۔اُسے اصل فون کے ساتھ منسلک کرنا تھا۔اُس آلے کی وجہ سے کال کہیں اور نہیں سنی جاسکتی تھی۔اس کا مطلب تھا کہ

مارکوس بہت محتاط ہے۔ وہ حارث پر بھی اعتماد نہیں کر رہا تھا اور وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اُس کی گفتگو ٹیپ ہو۔ اُس نے پیکٹ میں سے نکلنے والا آلہ فون سے منسلک کیا اور مارکوس کی کال کا انتظار کرنے لگا۔

فون کی گھنٹی دو بجے چیخی۔ اُس نے ریسیور اٹھایا اور اُسے بستر پر رکھ دیا پھر اُس آلے کے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''ہیلو۔'' آلے کے ساتھ چھوٹا سا ایمپلی فائر بھی تھا۔

''میں صرف دو منٹ بات کروں گا۔ دو منٹ بعد مجھے لوکیشن تبدیل کرنی ہوگی۔ میں نہیں چاہتا کہ تم پولیس کو میرے پیچھے لگا دو۔''

''میں ایسا کبھی نہیں کروں گا۔'' حارث نے اُسے یقین دلایا۔

''اس کے باوجود میں احتیاط سے کام لوں گا۔ میں تمہیں نکاراگوا کے سودے کے متعلق اتنا کچھ بتا دینا چاہتا ہوں کہ موقع ملنے پر تم اُن لوگوں کی ریڑھ لگا سکو، جنہوں نے ہمیں کھلونوں کی طرح استعمال کیا ہے۔ بعض باتیں خود میرے ذہن میں بھی واضح نہیں۔ البتہ میں یہ جانتا ہوں کہ مجھے استعمال کیا گیا ہے اور اب الزبتھ کی طرح میں بھی مار دیا جاؤں گا مجھے پانچ لاکھ ڈالر کا لالچ لے ڈوبا، جس میں سے پچاس ہزار فوری طور پر ادا کر دیے گئے تھے۔ جنرل انٹونیو سموزا کے گھرانے سے میرے گھرانے کے پرانے مراسم تھے۔ تجویز سہاش گپتا کی تھی۔ اُس نے زندگی میں سب کچھ کر لیا تھا۔ سوائے کسی ملک پر حکمرانی کے۔ اُس نے جنرل سے بات کی۔ جنرل کے نزدیک کسی ملک کی خرید و فروخت کا تصور، ہی سرے سے احمقانہ تھا۔ اُس نے مجھے درمیان میں ڈالا کیونکہ میں غیر اہم آدمی تھا۔ ناکامی کی صورت میں وہ ذمے داری مجھ پر ڈالتا اور مجھے نیشنل گارڈز سے شوٹ کروا سکتا تھا وہ مجھے بے وقوف سمجھتا تھا۔ دوسری طرف ان کاروباری لوگوں کا خیال تھا کہ یہ سودا دو جمع دو برابر چار کی طرح سیدھا سادا ہے۔ وہ نہیں سمجھ سکے کہ وہ کوئی مل نہیں، پورا ملک خرید رہے ہیں...... عوام سمیت...... اور یہ بیسویں صدی ہے۔ جنرل انٹونیو خود اپنے جنرلوں کے زور پر حکومت کر رہا ہے چنانچہ سودے میں پیچیدگیاں پیدا ہوتی گئیں۔ جنرل انٹونیو کو تمام جنرلوں کو بھی حصہ دینا تھا۔ حارث...... میں دو مہینے یہ پیچیدگیاں سلجھاتا رہا ہوں۔ ہر روز کسی سمت سے ایک نیا مطالبہ سنائی دیتا تھا میں جانتا تھا کہ جلد یا دیر بات نچلے طبقے تک بھی پہنچ جائے گی۔ کمیونسٹوں کو معلوم ہوگا اور اُن کے ذریعے اُن

کے کیبن آقا بھی باخبر ہو جائیں گے۔ مجھے معلوم تھا کہ سفاک کمیونسٹ میری زندگی کے پیچھے پڑ جائیں گے لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے پیچھے مختلف تین گروہ پڑیں گے۔ سنو حارث! میں تھوڑی دیر بعد دوبارہ فون کروں گا۔ دو منٹ ہو گئے۔ اب میں جگہ بدلوں گا۔ بیس منٹ انتظار کرو میری کال کا۔'' اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہو گیا۔

ٹھیک بیس منٹ بعد دوبارہ گھنٹی بجی۔ حارث نے ریسیور اُٹھا کر پھر بستر پر رکھ دیا۔

''حارث! میں کہہ رہا تھا کہ میرے پیچھے تین گروہ ہیں۔ کمیونسٹ گوریلے، جو نہ جانے کس طرح ماناگوا سے میرے پیچھے لگ کر سینٹ جان تک چلے آئے۔ ان کی تعداد تین سے کم نہیں ہے پھر جگدیش، سلوکم اور رین فیلڈ...... یقین کرو، ان میں سے ایک قاتل ہے...... کون یہ میں نہیں جانتا اور تیسری پارٹی بھی ہے جو اچانک نمودار ہوئی ہے۔ حارث! میرا خاتمہ الزبتھ کی طرح اُنھی کے ہاتھوں ہوگا۔ وہ کون ہیں، یہ مجھے معلوم نہیں۔ بہر حال میں اب سینٹ جان واپس جا رہا ہوں۔ میں اتنا کچھ جانتا ہوں کہ میری بچت کی کوئی صورت نہیں۔ کچھ نہیں تو جنرل انٹونیو میرے پیچھے اپنے آدمی لگا دے گا۔ چنانچہ اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ میں سودا نمٹانے کی کوشش کروں۔ تم پولیس مین تھے، اب بھی ہو۔ فرق صرف اتنا کہ اب تم خود کو جواب دہ ہو۔ تمہیں بھی سینٹ جان واپس جانا چاہیے۔ سوالوں کے جواب تلاش کرنے چاہئیں لیکن تیسری پارٹی سے ہوشیار رہنا، اگر میں مر جاؤں تو میرے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانا۔ اب میں پھر جگہ بدل رہا ہوں، دس منٹ بعد فون کروں گا۔''

لیکن ایک گھنٹا ہو گیا اور مارکوس نے فون نہیں کیا۔ حارث کو مارکوس کی آخری التجا کا بوجھ اپنے ضمیر پر محسوس ہو رہا تھا۔ واقعی، اُسے واپس جانا تھا۔ اُسے الزبتھ کے خون ناحق کا حساب اُس کے قاتلوں سے لینا تھا۔ وہ بستر پر لیٹ کر سوچتا رہا۔ اُس نے فون کے ساتھ منسلک آلہ علیحدہ کر لیا تھا اور غائب دماغی کی کیفیت میں اُسے دیکھ رہا تھا۔ آلہ بالکل نیا تھا پھر اُس نے ایک چیز دیکھی اور چونک اُٹھا۔ کیا یہ سب کچھ جال تھا جو اُس کے لیے بچھایا گیا تھا تاکہ وہ سینٹ جان واپس جائے؟ شاید اس لیے کہ انہیں احساس ہو گیا تھا کہ الزبتھ کی موت کے بعد وہ نہیں رُکے گا لیکن مارکوس کو کس نے بھیجا تھا۔ اس آلے کے مینوفیکچرر نے...... اس نئے آلے کے ساتھ جو ابھی بازار میں نہیں آیا تھا...... کچھ ہدایات کے ساتھ، جن پر مارکوس نے عمل کیا تھا۔

حارث نے بڑی بے یقینی سے آلے پر لگی ہوئی مہر کو دیکھا لیکن ہر حرف، حرف حقیقت تھا۔ وہ آلہ جگدیش کا پوریشن کا رتیار کردہ تھا اور بالخصوص مارکوس کو فراہم کیا گیا تھا۔



ہیلی کاپٹر پہلے سے موجود دو ہیلی کاپٹرز کے برابر اُترا۔ سلوکم، جگدیش کے استقبال کے لیے موجود تھا۔ جگدیش نے اُترتے ہی جہاز کے متعلق پوچھا۔ سلوکم نے لنگر انداز جہاز کی طرف اشارہ کیا۔

''کتنے آدمی ہیں اس میں؟'' جگدیش نے پوچھا۔

''ابھی وہ چیک کر رہے ہیں۔'' سلوکم نے جہاز پر چکراتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی طرف اشارہ کیا۔

''اب میں تمہیں تمہاری کارکردگی کے متعلق بتادوں۔'' جگدیش نے نیچی آواز میں کہا لیکن اس کا چہرہ غصے سے تمتمارہا تھا۔ ''میں اس وقت یہاں اس لیے موجود ہوں کہ تم نے ہر کام خطرناک طریقے سے کیا ہے، اپنی نااہلی ثابت کی ہے مجھے اس وقت یہاں سے ہزاروں میل دور ہونا چاہیے تھا۔ میرے پاس دولت ہے، طاقت ہے، جس کے زور پر یہ پروجیکٹ ہر مرحلے پر نہایت آسان ثابت ہوتا لیکن ہوا یہ کہ میں نے کام تمہیں سونپا۔ صرف اس لیے کہ سبھاش گپتا نے تمہاری سفارش کی تھی۔ میں نے تمہاری اور سبھاش کی قوت فیصلہ و تجزیے پر انحصار کیا۔'' جگدیش کی آواز لمحہ بہ لمحہ بلند ہوتی جارہی تھی۔ ''میں نے تم سے کام کا ناتا جوڑا...... مہلک ناتا۔ اب اس مرحلے پر میں تمہیں تبدیل بھی نہیں کرسکتا، بہت دیر ہوگئی۔'' جگدیش اب ہاتھ مل رہا تھا۔

''اس دوسرے گروپ کے متعلق تو کوئی بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔ وہ بھی پیشہ ور قاتلوں کا گروپ......'' سلوکم نے دبی دبی آواز میں احتجاج کیا۔

''چھوڑو، اس سے پہلے تم نے ایک خطرہ شناخت کیا۔ تم خطرے کی سمت بھانپ گئے لیکن خطرے کے سائز کے بارے میں تمہارا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ اب یہ کوتاہی ہمیں تباہ کرنے والی ہے۔''

''میں کیا کرسکتا تھا؟'' سلوکم نے بے بسی سے کہا۔

''تم نے کہا تھا، کمیونسٹوں کے ایجنٹ دو یا تین ہیں۔ اب حساب لگانے سے پتا چلتا

ہے کہ وہ کم از کم تیس......''

''تیس نفی گیارہ کہیے۔'' اس بار سلوکم نے تند لہجے میں جگدیش کی بات کاٹ دی۔

''گیارہ ختم ہوچکے اور آپ ذہن میں رکھیے کہ آپ مجھ سے تیس مردہ انسان طلب کر رہے ہیں۔''

''وہ انسان نہیں ہیں، وہ قاتل ہیں۔'' جگدیش نے پھنکار کر کہا۔ ''دیکھو، تین ارب ڈالر کے معاہدے پر دستخط ہونے میں صرف تین دن ہیں۔ ہماری کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ تم اس سے پہلے ان کمیونسٹ دہشت گردوں کو تلاش کرکے ٹھکانے لگادو۔ اب تمہیں وسائل بھی میسر ہیں۔'' جگدیش نے لنگر انداز جہاز کی طرف اشارہ کیا۔ ''تمہارے پاس آدمیوں کی کمی نہیں، یہ کام تمہیں کرنا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مجھے اس کام کی تکمیل کے لیے خود ریوالور لے کر نکلنا پڑے۔''



حارث اپنی پنٹو کار میں تھا۔ ایک نیلی کار اُس کا تعاقب کر رہی تھی۔ تعاقب کرنے والی کار میں صرف ڈرائیور تھا۔ حارث کوشش کے باوجود اُس کی صورت نہیں دیکھ سکا۔ اُس کی کار سینٹ اوریل میں داخل ہوتے ہی نیلی کار ایک موڑ پر غائب ہوگئی۔ حارث نے ایک لمحے کے لیے پلٹ کر اُس کا تعاقب کرنے کا سوچا لیکن فوراً ہی اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ اُسے جلد از جلد رین فیلڈ سے بات کرکے فیصلہ کرنا تھا کہ پولیس سے مدد لینی ہے یا نہیں۔

اُس نے ٹورسٹ ہاؤس کے سامنے کار پارک کی۔ ہال خالی تھا۔ وہ اوپر رین فیلڈ کے کمرے کی طرف چلا۔ سلوکم کھڑکی کے پاس بیٹھا تھا۔ وہ اُس کے قدموں کی آہٹ سن کر بری طرح بدکا پھر اُس نے سخت لہجے میں کہا۔ ''کہاں ہو تم؟ تم نے فون کیوں نہیں کیا؟ رین فیلڈ کو قتل کردیا گیا۔'' اُس کا انداز ایسا تھا، جیسے رین فیلڈ کے قتل کے ذمے داری حارث کے فون نہ کرنے پر ڈال رہا ہو۔

''کیا!'' حارث کو زبردست جھٹکا لگا۔ ''رین فیلڈ مرگیا؟''

''ہاں، ایکلن کے مکان کے سامنے صنوبر کے جھنڈ میں اُسے قتل کردیا گیا۔'' سلوکم نے بے چارگی سے کہا۔ ''کل وہ غائب ہوگیا تھا۔ کیمرا اُس کے پاس تھا۔ وہ کوئی اہم تصویر لے رہا ہوگا کیونکہ کیمرے سے فلم غائب ہے۔''

حارث بیٹھ گیا۔ سلوکم پریشان تھا۔ کیا اس لیے کہ اُس کا ایک ساتھی موت سے ہمکنار ہوا تھا...... یا اس لیے کہ اُس کی موت نے اُس کا منصوبہ کھٹائی میں ڈال دیا۔ ''الزبتھ

پیرٹ بھی قتل کردی گئی۔'' حارث نے انکشاف کیا۔

سلوکم نے وہ خبر بڑے تحمل سے سنی۔شاید غیر متوقع نہیں تھی۔ایک لمحے بعد اُس نے پوچھا۔''کب؟''

حارث نے اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے جواب دیا۔''مجھے الزبتھ کے قاتلوں کو ٹھکانے لگانا ہے۔''

''اخبار میں نہ اُس کے قتل کے بارے میں خبر چھپی اور نہ میڈوز کے قتل کی خبر چھپی۔ پہلے تو اس کا سبب سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔''

''لعنت ہو، ہم سب سستے بکے ہیں۔'' سلوکم غرایا۔''میں جگدیش کو جواب دہ ہوں۔ تمہیں اور رین فیلڈ کو میں نے منتخب کیا تھا۔ ہمارا کام ایکلن کے مکان کی نگرانی کرنا تھا۔ یہ تو اب پتا چلا کہ ہم صرف چارے کے طور پر کمیونسٹوں کے سامنے ڈالے گئے تھے جبکہ جگدیش، مارکوس سے براہ راست مذاکرات کررہا تھا۔

''تمہاری جگدیش سے ملاقات ہوئی؟''

''نہیں، آج ہوگی۔ اُس نے اعتراف کرلیا ہے کہ ہمیں اصل معاملے کی طرف سے توجہ ہٹانے کے لیے استعمال کیا گیا۔ وہ کہتا ہے کہ ہمیں یہ پسند نہیں تو الگ ہٹ جائیں لیکن اب، اس اسٹیج پر یہ ناممکن ہے۔ حارث، رین فیلڈ کی لاش اب بھی وہاں پڑی ہے، جاکر اُسے چیک کرو۔ ممکن ہے، کوئی سراغ مل جائے۔ سوال یہ ہے کہ اُنہوں نے اسے وہاں کیوں مارا، یہاں کیوں نہیں۔ میں جگدیش سے ملنے جارہا ہوں۔''

حارث کو احساس ہوا کہ وہ سلوکم کے بارے میں کبھی صحیح اندازہ نہیں لگا سکا۔ کب وہ جھوٹ بولتا ہے اور کب سچ۔''ٹھیک ہے، میں چیک کرتا ہوں۔'' اُس نے کہا۔



رین فیلڈ کی لاش سطح زمین پڑی تھی۔سڑک سے اُسے دیکھنا ناممکن تھا لیکن ایکلن کے مکان سے دوربین کی مدد سے یقیناً دیکھا جاسکتا تھا۔ اُس کے چہرے پر نیل تھے۔ صاف پتا چلتا تھا کہ قتل سے پہلے اُسے مارا پیٹا گیا ہوگا۔ حارث نے اُس کی جیبیں چیک کیں لیکن تھوڑی سی رقم اور شناختی کاغذات کے علاوہ کچھ بھی نہیں نکلا۔ لاش پر زخم کا کوئی نشان نہیں تھا

البتہ گلے پر سوجن تھی، جس سے پتا چلتا تھا کہ اُس کا گلا گھونٹا گیا ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ تھا کہ حملہ آور کئی تھے۔ برف پر قدموں کے نشانات بے حد واضح تھے۔ نشانات کی مدد سے حارث نے اندازہ لگایا کہ رین فیلڈ پر کم از کم سات افراد نے حملہ کیا تھا۔ نشانات سے سمت کا پتا بھی چلتا تھا۔ حملہ آور سڑک کی طرف سے آئے تھے اور اُسی سمت واپس گئے تھے۔

قریب ہی گرا ہوا ایک درخت تھا۔ حارث نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ وہ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ رین فیلڈ گرے ہوئے درخت کے تنے پر بیٹھا ہوگا کیونکہ تنے پر ایک جگہ برف موجود نہیں تھی۔ اس جگہ کے قریب ہی رین فیلڈ کے پسندیدہ برانڈ ونسٹن کا خالی پیکٹ پڑا تھا۔ وہاں سگریٹ کے دس بارہ ٹوٹے بھی تھے۔ حارث نے اندازہ لگایا کہ قتل کے وقت اندھیرا نہیں ہوگا تو روشنی بھی نہیں ہوگی کیونکہ رین فیلڈ اپنے قاتلوں کی پیش قدمی نہیں دیکھ سکا تھا۔ ٹوٹوں کی تعداد بتاتی تھی کہ وہاں کافی دیر بیٹھا تھا اور ایکلن کے مکان کی نگرانی کرتا رہا پھر اچانک ہی اُسے گھیر لیا گیا ہوگا۔

حارث نے وہاں کھڑے ہوکر کئی زاویوں سے ایکلن کے مکان کا جائزہ لیا۔ وہ سوچتا رہا، اگر رین فیلڈ مکان کے داخلی دروازے کی نگرانی کررہا تھا تو اُسے چٹان پر ہونا چاہیے تھا، جہاں سے اُس نے چند روز پہلے مارکوس پر تین آدمیوں کا حملہ دیکھا تھا۔ یہ درخت کا تنا مکان کی نگرانی کے لیے مناسب جگہ نہیں تھا۔ اس کا واضح مطلب یہی تھا کہ وہ مکان کی نگرانی نہیں کررہا تھا۔ حارث خود اُس تنے پر بیٹھ گیا۔ وہاں سے سڑک کا ایک حصہ، ٹورسٹ ہاؤس اور ایکلن کی جاگیر کا ایک حصہ نظر آرہا تھا۔ اس کے علاوہ سینٹ اوریل کی بندرگاہ بھی دکھائی دے رہی تھی۔ حارث کو یقین تھا کہ یہیں کہیں رین فیلڈ کے قتل کا سراغ موجود ہے لیکن فی الوقت اُس کی نظروں سے مخفی۔ اہم ترین سوال یہ تھا کہ رین فیلڈ کیا دیکھ رہا تھا۔

وہ ٹورسٹ ہاؤس پہنچا۔ سلوکم جاچکا تھا۔ وہ کھڑکی کے پاس گیا اور کیمرے کی ٹیلسکوپ سائٹ سے ایکلن کے مکان کا جائزہ لیا۔ پھر اُس نے اپنی جیب سے دوربین نکالی اور دوبارہ جائزہ لیا۔ اس بار وہ ایکلن کے مکان تک محدود نہیں رہا تھا بلکہ اُس نے قصبے اور خلیج کا جائزہ بھی لیا تھا۔ آخر کون کی سی چیز تھی، جس نے رین فیلڈ کو اس کمرے سے نکل کر جھنڈ کی طرف جانے پر مجبور کیا تھا۔ رین فیلڈ نے یہاں کچھ دیکھا تھا۔ رین فیلڈ کے قتل میں کہیں کوئی

گڑ بڑ تھی۔ وہ درخت کے تنے پر بیٹھا تھا، جہاں سے مکان پر نظر نہیں رکھی جا سکتی تھی۔ اُس کے کیمرے سے فلم نکال لی گئی تھی۔

اُس نے اپنے ذہن میں سر اُٹھانے والے تمام سوالات کو مرتب کیا۔ رین فیلڈ کو قتل کیوں کیا گیا؟ الزبتھ کو کس نے قتل کیا؟ میڈوز کا قاتل کون ہے؟ سلوکم کا اس ڈرامے میں کیا کردار ہے؟ حارث کو موہوم سا احساس ہو رہا تھا کہ ان تمام سوالوں کا جواب ایک ہے۔ رین فیلڈ کے قتل کی وجہ معلوم ہوتے ہی سب کچھ حل ہو جائے گا۔ رین فیلڈ کی کارگزاری صفر تھی پھر بھی وہ قتل کر دیا گیا، کیا واقعی اُس کی کارگزاری صفر تھی؟

رین فیلڈ بارہ سال محکمہ پولیس سے وابستہ رہا تھا۔ وہ تجربے کار تھا۔ اُس میں وجدانی صلاحیت تھی۔ وہ پیش بین تھا۔ وہ حسابی ذہن کا مالک تھا۔ اُس نے اس کھڑکی سے کوئی غیر معمولی بات دیکھی ہو گی، کوئی نتیجہ اخذ کیا ہو گا۔ اُس نے حملہ آوروں کو دوبارہ آتے دیکھا تھا، جنہوں نے ایک بار ایکلن کے مکان میں فائرنگ کی تھی؟ وہ کہاں سے آئے ہوں گے، کہاں واپس گئے ہوں گے؟ اس کے علاوہ وہاں دیکھنے کو اور تھا ہی کیا۔ مرغابیاں، بادل، ساحل، خلیج، مچھیروں کے مکان، کشتیاں اور اسٹیمر لیکن اس میں رین فیلڈ دلچسپی نہیں لے سکتا تھا۔ لیتا تو کیوں لیتا؟

ساڑھے چھ بج گئے۔ وہ کھڑکی کے پاس بیٹھا سوچتا رہا۔ بندرگاہ پر لنگر انداز کارگو جہاز متحرک نظر آ رہا تھا، سمندر کے چڑھنے کی وجہ سے موجیں تند ہو گئی تھیں۔ وہ سوال قائم کرتا رہا۔ کیا رین فیلڈ نے ایکلن کی جاگیر میں کسی ہیلی کاپٹر کو اُترتے دیکھا تھا...... اجنبی چہروں کے ساتھ؟ کیا یہی وجہ تھی کہ وہ مکان کے رُخ پر نہیں بیٹھا تھا؟ وہ اُن کی تصویریں لینا چاہتا تھا؟

ہر طرف اندھیرا چھا گیا تھا۔ وہ اُٹھا اور مسز ڈالن کی طرف چل دیا۔ اُسے بھوک لگ رہی تھی۔

رات بارہ بجے وہ سویا لیکن چار بجے اُس کی آنکھ کھل گئی۔ رین فیلڈ کے قتل کا معما اُس کے ذہن کے لیے چیلنج بن گیا تھا۔ وہ پھر اُسی اُلجھن میں پھنس گیا۔ رین فیلڈ نے کچھ دیکھا تھا۔ ایک کیمرا، خلیج کا منظر، قصبہ اور اُس کی سڑکیں، ایکلن کا مکان، ایکلن کے ملازمین، ہیلی کاپٹر، مسلح حملہ آور، مرغابیاں، جہاز، وہ تمام چیزوں کو یکجا کر کے اپنے ذہن میں ایک تصویر

بنانے کی کوشش کرتا رہا۔

وہ بری طرح چونکا۔ ہاں، ایک چیز تھی جسے رین فیلڈ جیسا تجربے کار آدمی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کارگو شپ، جو بندرگاہ میں لنگر انداز تھا۔ یقیناً یہی بات تھی۔ کمرے کی کھڑکی سے وہ جہاز واضح طور پر نظر آتا تھا اور اُسے صنوبر کے جھنڈ سے بھی دیکھا جا سکتا تھا۔ برف پر قدموں کے نشانات گواہی دیتے تھے کہ حملہ آوروں کی تعداد سات تھی اور اُس جہاز میں سات کیا، ستر قاتل بھی چھپ سکتے تھے۔ اچانک اُسے احساس ہوا کہ اُسے تمام سوالوں کا جواب مل گیا ہے۔ قاتل جہاز سے آئے ہوں گے۔ وہ تین آدمی بھی جہاز سے آئے ہوں گے، جنہوں نے چند روز پہلے مارکوس پر ایکلن کے مکان میں حملہ کیا تھا۔ اُس پر حملہ بھی اُنہوں نے کیا ہو گا۔ الزبتھ کو اور رین فیلڈ کو بھی اُنہوں نے ہی قتل کیا ہو گا۔

اب سونے کا سوال ہی نہیں تھا۔ اُسے مزید غور کرنا تھا۔ اپنے تحفظ کا بھی خیال رکھنا تھا۔ جس مہلک باخبری نے رین فیلڈ کی جان لی تھی، وہ اب اُس کے پاس تھی۔

صبح سات بجے اُس نے لباس تبدیل کیا، ریوالور لوڈ کر کے جیب میں رکھا۔ کارتوسوں کا بکس بیورو میں رین فیلڈ کے کپڑوں کے نیچے چھپایا اور نیچے چلا آیا۔ اُس نے مسز ڈالن کو سو ڈالر کا نوٹ دیا اور اُسے اپنی ضروریات کے متعلق بتایا۔ مسز ڈالن فوراً ہی باہر چلی گئی۔ وہ اپنے کمرے میں چلا آیا۔

آدھے گھنٹے بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ مسز ڈالن تھی۔ ''مسٹر کیٹ کی بوٹ موجود ہے لیکن خیال رکھنا، سمندر میں گر نہ جانا، ایک منٹ میں مر جاؤ گے، صرف ایک منٹ میں......'' مسز ڈالن نے کہا۔

حارث ٹورسٹ ہاؤس سے نکلا اور گودی کی طرف چل دیا۔ گودی پر بڈھا مسٹر کیٹ اُس کا منتظر تھا۔ اُس نے حارث سے دریافت کیا کہ وہ کہاں جائے گا۔

''بس یہیں چکر لگاؤں گا۔'' حارث نے جواب دیا۔

''زیادہ دور نہ جانا، یہاں موسم بہت تیزی سے بدلتا ہے۔'' مسٹر کیٹ نے کہا۔ ''اور پانی میں نہ گر جانا، صرف دو منٹ میں مر جاؤ گے۔''

حارث نے سر کو تفہیمی جنبش دی اور بوٹ میں اُتر گیا۔ اُس نے انجن اسٹارٹ کیا،

بوٹ کی سمت بدلی اور ہینڈ تھروٹل کھول دیا۔ اچانک اُسے سخت سردی کا احساس ہوا۔ خون جما دینے والی سرد ہوا، برف جیسے پانی کو چھو کر اور سرد ہوگئی تھی۔ ٹمپریچر صفر سے نیچے تھا۔ اُس نے بوٹ کو کارگوشپ کی سمت ڈال دیا اور پلٹ کر تیزی سے دور ہوتے چھوٹے چھوٹے مکانوں کو دیکھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا اس کی نگرانی کی جارہی ہے، فون کھڑک رہے ہیں، ہدایات جاری کی جارہی ہیں۔ اُس نے ایکلن کے مکان کے سمت دیکھا، جس پر سکوت طاری تھا لیکن ممکن ہے، مکان کے اندر اُس کے بارے میں وہی فیصلہ کیا جارہا ہو، جو رین فیلڈ کے بارے میں کیا گیا تھا۔

جہاز اب قریب تر ہو رہا تھا...... اُس نے بوٹ کو بائیں سمت موڑا۔ وہ جہاز کے پچھلے حصے کی طرف پہنچنا چاہتا تھا۔ اُس کا نام ناگرا تھا۔ وہ عقبی سمت سے پانی میں زیادہ ڈوبا ہوا تھا جیسے اُس کا کارگو عقبی حصے میں منتقل کر دیا گیا ہو۔ اُس نے اپنی بوٹ کو جہاز کے عقبی حصے سے باندھا اور جہاز کے عقب سے لٹکی ہوئی رسی کی سیڑھی کے ذریعے اوپر چڑھنے لگا۔ اوپر چڑھنے کے بعد اُسے عقبی حصے کے پانی میں زیادہ ڈوبنے کی وجہ معلوم ہوئی۔ جہاز کے عقبی حصے میں پانی بھرا ہوا تھا اور وہ ڈوب رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ کسی نے دانستہ سی کاک کھول دیے ہیں تا کہ جہاز میں پانی بھر جائے لیکن شاید اُسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس طرح جہاز کو ڈوبنے میں کئی دن لگیں گے۔ حارث نے اندازہ لگایا کہ جہاز ابھی کم از کم بارہ گھنٹے تک نہیں ڈوبے گا۔

اُس نے ریوالور نکالا اور رسی کے لچھوں کو پھلانگتا ہوا آگے بڑھا۔ راستے میں رُک کر سن گن لی لیکن ہوا کے شور کے سوا کوئی آواز نہیں تھی۔ وہ آفٹ کیبن کی طرف بڑھتا رہا۔ اچانک اُسے تعفن کا احساس ہوا۔ بدبو نہایت شدید تھی۔ وہ عرشے کی طرف جانے والے دروازے میں داخل ہوا اور بری طرح ٹھٹکا۔ چھ فٹ گہرے پول میں کم از کم ایک درجن لاشیں پانی میں تیر رہی تھیں...... ایک دوسرے سے ٹکرا رہی تھیں۔ کچھ لاشیں پھولی ہوئی تھیں اور اُن سے شدید تعفن اُٹھ رہا تھا۔ وہ سب لاطینی امریکا کے باشندے تھے اور اُنہیں شوٹ کیا گیا تھا وہ وہاں سے ہٹا اور عرشے کی طرف چل دیا۔ اُسی وقت ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ اُس نے نظریں اُٹھا کر دیکھا۔ ہیلی کاپٹر اسی طرف آرہا تھا۔ وہ ٹوسیٹر ہیلی کاپٹر تھا۔ حارث ٹھہر گیا۔ سرد ہوا برچھیوں کی طرح جسم کو کاٹتی محسوس ہو رہی تھی۔ اُس کا بدن لرز رہا تھا۔ اُس نے اندازہ لگایا

کہ ہیلی کاپٹر ایکلن کے مکان سے آدھا میل دور والی ڈھلان سے اُڑا ہوگا۔

ہیلی کاپٹر خاصا قریب آ گیا تھا۔ پائلٹ کے برابر والی سیٹ پر سلوکم بیٹھا تھا۔ سلوکم نے اُسے دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔ سلوکم نے پائلٹ کو کچھ حکم دیا۔ ہیلی کاپٹر خاصا نیچے آگیا۔ حارث ریوالور داہنے ہاتھ میں لیے اُسے دیکھتا رہا۔ سلوکم اپنے ہاتھ کی طرف اشارے کر رہا تھا پھر اُس نے ایک ریڈیو جہاز کی طرف اُچھالا۔ وہ واکی ٹاکی ریسیور تھا۔ ویسا ہی دوسرا ریسیور سلوکم کے پاس تھا۔ حارث نے واکی ٹاکی اُٹھایا اور تیز ہوا سے بچنے کے لیے کیبن کی طرف چل دیا۔ کیبن میں پہنچ کر اُس نے ایریل کھینچا اور سوئچ آن کر دیا۔ ''حارث! تم تک میری آواز پہنچ رہی ہے نا؟'' سلوکم اُسے پکار رہا تھا۔ حارث نے اُس کا جواب اثبات میں دیا۔

''نیچے تم نے کیا دیکھا؟'' سلوکم نے پوچھا۔

حارث نے ڈیک پر منڈلاتے ہوئے ہیلی کاپٹر کو دیکھا۔ اُس کے عرشے پر اُترتے ہی ہیلی کاپٹر نازل ہوا تھا۔ گویا سلوکم نے اُس پر نظر رکھی تھی لیکن کیوں؟ ''میں نے یہاں لاشیں دیکھی ہیں اور مجھے اس سوال کا جواب ملا ہے کہ الزبتھ اور رین فیلڈ کو کس نے قتل کیا تھا۔'' بالآخر اُس نے جواب دیا۔ ''وہ تم تھے اور یہ لاشیں بھی تمہارا ہی کارنامہ ہیں۔ البتہ اس کی وجہ میں نہیں سمجھ سکا۔''

''احمقانہ باتیں مت کرو حارث۔ میں انہیں قتل کیوں کرتا...... اور رین فیلڈ کو کیوں قتل کرتا۔''

''یہ لاشیں کم از کم ایک ہفتہ پرانی ہیں۔ میرا خیال ہے، رین فیلڈ یہاں آیا ہوگا اور لاشیں دیکھ لی ہوں گی۔ تم ہر اُس شخص کو ٹھکانے لگاؤ گے جو اس سودے سے واقف ہے، میں اور مارکوس تمہارا آئندہ ہدف ہوں گے۔''

''خیر حارث، کبھی نہ کبھی تو تمہیں اس جہاز سے نکلنا پڑے گا۔'' سلوکم نے چیخ کر کہا۔ اُس کی آواز دور ہوتی گئی۔ حارث نے باہر نکل کر دیکھا۔ ہیلی کاپٹر دور جا رہا تھا۔ وہ چند لمحے اُسے دیکھتا رہا پھر جہاز کا جائزہ لینے کی غرض سے چل دیا۔

فلائنگ برج کے نیچے ایک کشادہ کیبن تھا۔ اس کے ساتھ ہی سیڑھیاں تھیں، جن کا رُخ نیچے کی طرف تھا۔ اُسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ سیڑھیوں پر روشنی تھی۔ یہ نیچے کوریڈور میں

بھی ایک بلب روشن تھا۔ حارث سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ اچانک عقب سے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ پلٹ ہی رہا تھا کہ اُس کے سر سے کوئی بھاری چیز ٹکرائی اور اُس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔



اُسے ہوش آیا تو وہ کشادہ کیبن میں تھا۔ کیبن میں صرف پورٹ ہول کے راستے اندر آنے والی روشنی تھی۔ کمرے میں تیس کے قریب افراد تھے اور وہ واضح طور پر دو گروہوں میں منقسم تھے۔ ایک گوشے میں دو لاشیں پڑی تھیں۔ فضا میں موت کی بو رچی ہوئی تھی۔ نو دس آدمی فرش پر بیٹھے تھے۔ دوسرا گروہ تعداد میں بڑا اور مسلح تھا۔ ایک گروہ قیدیوں کا تھا اور دوسرا گارڈ کا سب کی نگاہیں اُسی پر جمی ہوئی تھیں۔ حارث فوراً سمجھ گیا۔ قیدی کمیونسٹ گوریلے تھے۔ جنہوں نے اُس پر بھی حملہ کیا تھا۔ جہاز انہی کا تھا لیکن اب وہ وہاں قیدی کی حیثیت سے موجود تھے۔ اُن میں سرخ کار کا وہ ڈرائیور بھی تھا، جس نے اُس روز اس پر فائرنگ کی تھی۔ یہ سب کچھ اپنی جگہ لیکن وہ صورت حال کو پوری طرح سمجھ نہیں سکا تھا۔

اچانک کیبن میں دو آدمی داخل ہوئے انہوں نے حارث کو اشارے سے اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ وہ جیسے تیسے کر کے اُٹھا۔ سر میں ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں اور اُس کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ وہ اُسے اپنے ساتھ ایک کیبن تک لائے، کیبن کا دروازہ کھولا اور اُسے اندر دھکیل دیا۔ وہ یقینی طور پر کپتان کا کیبن تھا۔ میز کے عقب میں ایک لحیم شحیم آدمی بیٹھا تھا۔ ''بیٹھ جاؤ۔'' اُس نے حارث سے کہا۔ ''کیا تم بیمار ہو؟''

حارث نے اُسے بغور دیکھا۔ وہ اُس کی حیثیت کے متعلق اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''مجھے جانتے ہو، پہلے کبھی دیکھا ہے مجھے؟'' جسیم آدمی نے پوچھا۔

''نہیں البتہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

''جسیم آدمی نے اس کے سوال کو نظر انداز کر دیا۔ ''سلوکم سے واکی ٹاکی پر کیا بات ہوئی۔ دھمکی دی ہو گی اُس نے؟ اب تم اُس کے لیے بے مصرف ہو۔ ٹھیک ہے نا؟''

''میں پوچھ رہا ہوں، تم کون ہو؟''

''میرا نام فیلڈ مین ہے۔ ہم تمہارے متعلق بہت کچھ جانتے ہیں۔ تم پر عرصے سے نظر ہے ہماری۔''

''تم کون ہو؟ اور نچلے حصے میں تمہارے ساتھی کون ہیں؟'' اس بار حارث جھنجھلا گیا۔

''میرے ساتھیوں کا تعلق کینیڈین نیوی سے ہے۔ قیدی نکاراگوا کے کمیونسٹ ہیں۔ میرا تعلق امریکا کے جسٹس ڈیپارٹمنٹ سے ہے۔ میرا کام نکاراگوا کے سودے کی روک تھام کرنا ہے۔''

''تم بغیر وارنٹ کے مجھے یہاں زبردستی نہیں روک سکتے۔'' حارث نے سخت لہجے میں کہا۔

''مذاق مت کرو، تمہارے منہ سے قانون کا حوالہ اچھا نہیں لگتا۔ نہ ہی تم اس پوزیشن میں ہو کہ ہم سے کوئی مطالبہ کر سکو۔''

''اگر تمہارے پاس وارنٹ نہیں ہے تو میں جا رہا ہوں۔''

'تم وہی کرو گے جو ہم چاہیں گے۔'' فیلڈ مین کے لہجے میں بلا کا اعتماد تھا۔ ''میرے پاس ڈیڑھ درجن تربیت یافتہ لڑاکے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم اُن سے نمٹ سکتے ہو۔ بہر حال، ہم تم پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔'' میں تمہارا شمار دشمنوں میں نہیں کرتا۔'' فیلڈ مین نے کہا۔ ''تم اچھے پولیس مین تھے لیکن اب بدمعاشوں کے آلہ کار ہو۔ تم سلوکم اور جگدیش کا شکار ہو۔ اُنہوں نے تمہیں استعمال کیا ہے۔ اُنہیں انجام تک پہنچانے کے لیے اب میں تمہیں استعمال کروں گا۔''

''تم اُنہیں یوں بھی پکڑ سکتے ہو، دونوں تمہاری دسترس میں ہیں''

''وہ دیکھ رہے ہو۔'' فیلڈ مین نے پورٹ ہول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ حارث نے دیکھا وہ ایک جہاز تھا۔ ''وہ نکاراگوا والے ہیں اور اس جہاز کے کمیونسٹوں کو ختم کرنے کے لیے آئے ہیں، مجھے پہلے اُنہیں روکنا ہے۔''

''مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ وارنٹ دکھاؤ، ورنہ میں جا رہا ہوں۔'' حارث نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

''حالانکہ تمہیں طبی امداد کی ضرورت ہے۔ تمہارے سر میں چوٹ لگی ہے، تمہیں آرام ملنا چاہیے۔ پھر میں تمہارے ذریعے سلوکم اور جگدیش کے لیے جال بچھاؤں گا۔'' فیلڈ

مین نے کہا اور اپنے آدمیوں کو پکارا۔ وہ دروازے کے باہر ہی کھڑے تھے، فوراً ہی دروازہ کھول کر اندر آ گئے۔ ''اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔'' اُس نے اُنہیں حکم دیا۔

''مجھے ڈاکٹر کی کوئی ضرورت نہیں۔'' حارث نے چیخ کر کہا لیکن اُن دونوں کے سامنے اُس کی ایک نہ چلی۔ وہ اُسے دھکیلتے ہوئے ایک اور کیبن میں لے آئے۔ اُسے کیبن میں دھکیل کر اُنہوں نے دروازہ مقفل کر دیا۔

کیبن میں صرف ایک دیواری بستر اور ایک کرسی تھی۔ حارث نے بستر پر بیٹھ کر آنکھیں موند لیں اور صورتِ حال پر غور کرنے لگا۔ سر کی چوٹ اب بھی تکلیف دے رہی تھی اور ارتکاز کرنا مشکل ثابت ہو رہا تھا۔ قدموں کی آہٹیں ابھریں اور اگلے ہی لمحے کیبن کا دروازہ کھلا۔ اس بار دونوں آدمیوں کے ساتھ ڈاکٹر بھی تھا۔ اس کا اندازہ اُس کے بیگ سے ہوا۔ حارث کی زبردست مزاحمت کے باوجود اُس کے بازو میں ایک محلول انجکٹ کر دیا گیا۔ اُس کے بعد وہ تینوں چلے گئے۔ وہ بستر پر لیٹا سوچتا رہا۔ اُسے معلوم تھا کہ چند منٹ بعد وہ بے ہوش ہو جائے گا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا اُٹھا اور دور بین اُٹھا کر پورٹ ہول کی طرف بڑھا۔ دوا نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا تھا اور اس کا سر چکرا رہا تھا۔ اس نے پورٹ ہول دوسرے جہاز کو دیکھا۔ اس کا اندازہ تھا کہ دوسرا جہاز آدھ میل کے فاصلے پر ہے، دور بین کی مدد سے اُس نے جہاز کا نام پڑھا۔ تارا سونا...... نکارا گوا عرشے پر چھ سات آدمی موجود تھے، پھر کچھ اور لوگ اوپر آئے۔ تعداد تیس تک پہنچ گئی۔ وہ رائفلوں اور ہلکے اسلحے سے لیس تھے پھر حارث نے جہاز کو لنگر انداز ہوتے دیکھا۔ اُسی لمحے اُس کے ہاتھ سے دور بین چھوٹ گئی اور وہ فرش پر ڈھیر ہو گیا۔



بیدار ہوتے ہی اُسے پہلا خیال یہ آیا کہ جہاز ڈوبا نہیں ہے۔ صبح ہو چکی تھی۔ اُس نے گھڑی دیکھی، سوا دس بجے تھے۔ اُس کا سر چکرا رہا تھا اور منہ کا ذائقہ بگڑا ہوا تھا۔ اُس نے دور بین اٹھائی پھر اپنا ریوالور چیک کیا۔ ریوالور لوڈ تھا۔ اُس نے دروازے کا ہینڈل گھمایا۔ دروازہ کھل گیا۔ وہ باہر نکل آیا۔ اُس نے پورے جہاز کا جائزہ لیا۔ جہاز پر کوئی ذی روح موجود نہیں تھا۔ لاشیں البتہ اب بھی پانی میں تیر رہی تھیں۔ اُس کے علاوہ وہ جہاز پر تنہا تھا۔ عرشے پر آ کر اُس نے دور بین آنکھوں سے لگائی بندرگاہ پر نقل و حرکت کچھ زیادہ تھی۔ پولیس

کی چھ گاڑیاں سینٹ جان کی طرف سے آتی دکھائی دیں۔ ان میں مسلح پولیس مین موجود تھے۔ چند لمحے بعد گاڑیاں گودی کی دیوار کے پیچھے پارک کر دی گئیں۔ شاید اُنہیں محتاط رہنے کی ہدایت کی گئی تھی کہ ایکلن کے مکان سے اُنہیں نہ دیکھا جا سکے۔ گاڑیوں سے پولیس مین اُترے بھی نہیں، وہ اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کا کیا مطلب ہے پھر آواز سن کر وہ چونکا شمال کی طرف سے دو ہیلی کاپٹر آ رہے تھے اور اُن کی رفتار بہت تیز تھی۔ چند لمحے بعد اُس نے انہیں ایکلن کے مکان کے سامنے والی برفانی میدان میں اُترتے دیکھا۔ پائلٹ بہ دستور ہیلی کاپٹروں میں بیٹھے رہے۔ پنکھے چل رہے تھے، گویا وہ کسی بھی لمحے پرواز کے لیے تیار تھے پھر ایکلن کے مکان کا دروازہ کھلا۔ دو آدمی نکلے اور ہیلی کاپٹروں میں آ بیٹھے۔ حارث آخری لمحے میں اُنہیں شناخت کر سکا۔ ہیلی کاپٹر پھر فضا میں بلند ہو گئے۔ گودی کی دیوار کے پیچھے موجود پولیس کی نفری بہ دستور ساکت تھی۔

گویا آخری مرحلہ آ پہنچا۔ وہ سودا تکمیل کو پہنچ رہا تھا، جس نے بے شمار انسانی جانوں کی بھینٹ لی تھی۔ سرمایہ دار ایک ملک خرید رہے تھے، جسے وہ سرمایہ داروں کی جنت بنانا چاہتے تھے۔ کچھ لوگ سودے کی تکمیل چاہتے تھے اور کچھ اُسے روکنے کے خواہش مند تھے۔ اچانک حارث کی سمجھ میں اپنی اہمیت آ گئی۔ کوئی جیتے، کوئی ہارے، دونوں گروہ اُسے چارے کی حیثیت سے استعمال کر رہے تھے۔ فیلڈ مین نے صاف کہہ دیا تھا۔ جگدیش اور سلوکم کے لیے وہ اُن کے جرائم کا ثبوت تھا، جسے مٹانا بہت ضروری تھا۔ فیلڈ مین کی خواہش تھی کہ وہ اُنہیں ثبوت مٹاتے ہوئے یا مٹانے کے بعد رنگے ہاتھوں گرفتار کرے۔ ہر صورت میں وہ مردہ آدمی تھا۔

وہ تیزی سے جہاز کے عقبی حصے کی طرف لپکا۔ اُسے توقع تھی کہ اُس کی بوٹ غائب ہو گئی ہو گی لیکن وہ موجود تھی۔ وہ تیزی سے اُترا۔ بوٹ کو کھولا اور اسٹارٹر دبا دیا۔ 24 گھنٹے سمندر کی سرد فضا میں رہنے کی وجہ سے انجن اسٹارٹ ہونے میں دشواری ہوئی۔ اُس نے بوٹ کا رُخ موڑا پھر وہ دُہرا ہو کر تھروٹل پر جھکا اور اُس نے بوٹ کو پوری رفتار سے دوڑایا۔ سرد پانی اُچھل اُچھل کر اُسے بھگو رہا تھا۔ اُسے احساس تھا کہ برف سے ڈھکے ہوئے ساحل پر وہ بہ آسانی نشانہ بن جائے گا لیکن وہ زیادہ دیر سمندر میں بھی نہیں رہ سکتا تھا۔ کب تک رہتا، جب کہ وہ ساحل پر کئی دن تک اُس کا انتظار کر سکتے تھے۔

اتنی دیر میں پہلا ہیلی کاپٹر سر پر آ پہنچا۔ پائلٹ کے برابر سلوکم بیٹھا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں رائفل تھی۔ حارث نے اوپر نگاہ کی۔ سلوکم کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ تھی۔ وہ شکار کھیل رہا تھا۔ اُسے تھکا کر سکون سے شکار کرنا چاہتا تھا پھر حارث نے دوسرا ہیلی کاپٹر دیکھا جو نیچی پرواز کر رہا تھا۔ اُس میں پائلٹ کے برابر جگدیش رائفل لیے بیٹھا اُس کا نشانہ لے رہا تھا۔ حارث زیرِ لب پولیس کو گالیاں دینے لگا، جو خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہی تھی۔ یقینی طور پر اُنہیں فیلڈ مین نے اس وقت تک انتظار کرنے کی ہدایت کی تھی، جب تک وہ دونوں اُسے قتل نہیں کر دیتے۔

اب بوٹ میں اُچھل کر آنے والے پانی کی سطح ایک انچ سے زیادہ ہو چکی تھی لیکن اُس کی رفتار بہرحال ہیلی کاپٹر سے زیادہ تھی اور وہ ساحل کے قریب پہنچ رہی تھی۔ اُس کا رُخ گودی کی طرف نہیں، بلکہ برف سے ڈھکے ہوئے متروک ساحل کی طرف تھا پھر اچانک شدید جھٹکا لگا برف اُچھلی اور حارث برف پر بوٹ سے [illegible] آگے جا کر گرا تقریباً اُسی وقت دونوں ہیلی کاپٹر بھی آ پہنچے۔

پہلی گولی اُس کے کندھے پر لگی لیکن وہ دیوانہ وار بھاگتا رہا۔ گولیاں تواتر سے برس رہی تھیں لیکن وہ لہراتے ہوئے بھاگ رہا تھا۔ کچھ ہیلی کاپٹر کے متحرک ہونے کی وجہ سے بھی نشانے خطا ہو رہے تھے۔ وہ ایکلن کے مکان سے کوئی تین سو گز دور تھا۔ خون ضائع ہونے کی وجہ سے اس کا سر چکرا رہا تھا۔ درد اُس پر مستزاد تھا۔ اُس نے تیزی سے سڑک کراس کی۔ لڑکھڑا کر گرا اور سنبھل کر دوبارہ بھاگا۔ اب اُس کے سامنے چڑھائی تھی اور نقاہت کے پیشِ نظر وہ جان لیوا چڑھائی تھی۔ ہیلی کاپٹر بہ دستور پیچھے لگے ہوئے تھے لیکن شاید شکاریوں نے تحرک کم کرنے کے لیے اُن کی رفتار کم کرا دی تھی۔

پھر وہ ڈھلان تک پہنچ گیا۔ پہلی بار اُسے، خیال آیا کہ وہ بچ سکتا ہے۔ اُس نے صنوبر کے جھنڈ تک پہنچنے کے لیے جان لڑا دی۔ اُسے اندازہ تھا کہ یہاں ہیلی کاپٹر لینڈ کریں گے تو اچھا خاصا برفانی طوفان آئے گا اور لوگ کچھ دیر اُسے نہیں دیکھ سکیں گے۔ وہ جھنڈ سے کچھ دور تھا کہ جگدیش اور اُس کے پائلٹ کو غلطی کا احساس ہو گیا کہ نیچی پرواز کی صورت میں وہ اپنے شکار کو کھو بیٹھیں گے لیکن ہیلی کاپٹر بلند ہوتے ہوتے حارث جھنڈ تک پہنچ گیا تھا۔ ہیلی

کاپٹرز کی آواز اب اوپر سے، کچھ دور سے سنائی دے رہی تھی۔ حارث جھاڑیوں میں گھس گیا، لیکن وہ جانتا تھا کہ رُکنے کا مطلب موت ہے، وہ ہیلی کاپٹر اُتاریں گے اور پیدل ہی اُس کے پیچھے آئیں گے۔

درد اب ضبط کی حدود سے گزرنے والا تھا۔ اُسے احساس تھا کہ خون کی کمی کی وجہ سے وہ کسی بھی لمحے بے ہوش ہو سکتا ہے۔ اُسے بے ہوشی سے اس کمزوری سے لڑنا تھا، ورنہ اس کے بچنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اُس نے ہیلی کاپٹر کے اُترنے کی آواز سنی لیکن ہیلی کاپٹر کی آواز تو اوپر سے بھی آ رہی تھی۔ اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک ہیلی کاپٹر برفانی میدان میں اُتر گیا تھا جبکہ دوسرے کی آواز مغرب کی سمت سے آ رہی تھی۔ وہ بڑھتا رہا، پہاڑوں کے برفانی دامن کی طرف۔ کچھ اوپر جانے کی صورت سے وہ بچ سکتا تھا۔ اتنی پھسلواں جگہ پر ہیلی کاپٹر کو نہیں اُتارا جا سکتا تھا۔ وہ اپنے کندھے میں لگنے والی گولی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ آخر ایسی کون سی نس کٹ گئی تھی کہ اتنا خون بہہ رہا تھا۔ اُس کی قمیص آگے اور پیچھے دونوں طرف سے چپچپا رہی تھی۔ کمزوری کی وجہ سے اُسے ریوالور کا بوجھ بھی بہت زیادہ معلوم ہو رہا تھا۔ اُس نے سوچا کہ اسے پھینک دے۔ یوں بھی رائفلوں کے سامنے اُس کی کیا بساط تھی۔

ہیلی کاپٹر کی آواز قریب سے سنائی دی۔ اُس نے نظر اُٹھا کر دیکھا۔ وہ سلوکم والا ہیلی کاپٹر تھا۔ ایک لمحے کے لیے سلوکم سے اس کی نظریں ملیں۔ سلوکم نے رائفل والے ہاتھ کو حرکت دی لیکن تاخیر ہو گئی۔ ہیلی کاپٹر کی رفتار بہت تیز تھی۔ حارث اب چڑھائی کے قریب پہنچ گیا تھا۔ یہ ستم ظریفی تھی کہ آخری کوشش کے لیے زیادہ توانائی درکار تھی۔ پہاڑ کے دامن کی برف نرم تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ گھٹنوں تک برف میں دھنس گیا۔ اُس نے چڑھائی پر ایستادہ درختوں کی جڑوں کو پکڑ کر چڑھنا چاہا لیکن گرفت کا مسئلہ تھا۔ اُس نے ایک درخت سے ٹیک لگائی اور سلوکم کے ہیلی کوپٹر کو چکراتے دیکھتا رہا دو سو گز پیچھے دوسرا ہیلی کاپٹر اُترا ہوا تھا۔ پائلٹ ہیلی کاپٹر کے پاس ہی کھڑا تھا۔ جگدیش اپنی رائفل کے سہارے چڑھائی چڑھ رہا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں رائفل کے علاوہ واکی ٹاکی بھی تھا۔ وہ اس پر یقیناً سلوکم سے اس کے متعلق رپورٹ لے رہا ہوگا۔ حارث نے گھٹنے کے بل جھکتے ہوئے ریوالور سنبھالا۔ سلوکم کا ہیلی کاپٹر نیم دائرے کی صورت میں حرکت کر کے واپس آ رہا تھا۔ حارث نے احتیاط سے نشانہ لیا۔ سلوکم کا نہیں......

پائلٹ کا، جو ہیلی کاپٹر کو اُتارنے کے لیے مناسب جگہ ڈھونڈ رہا تھا۔ سلوکم نے ابھی تک حارث کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ پائلٹ کو ہدایات دینے میں مصروف تھا۔ حارث نے ریوالور کو دونوں ہاتھوں سے تھاما اور فائر کر دیا۔ پہلے دو فائروں نے شیشہ توڑا۔ تیسری اور چوتھی گولی رائیگاں گئی لیکن پانچویں گولی پائلٹ کے لیے مہلک ثابت ہوئی۔ وہ ایک کریہہ چیخ مار کر ڈھیر ہوا۔ شاید مرتے مرتے اُس کا ہاتھ کسی لیور پر لگا کیونکہ ہیلی کاپٹر کی رفتار بڑھ گئی اور اُس کا رخ اوپر کی طرف ہوگیا۔ سلوکم نے اندھا دُھند اُسے کنٹرول کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ہیلی کاپٹر کو نہ سنبھال سکا۔ حارث نے اُس کے چہرے پر دہشت کا تاثر دیکھا۔ ہیلی کاپٹر پوری رفتار سے نیچے آرہا تھا۔ اگلے ہی لمحے وہ ناک کے بل برف سے ٹکرایا اور دھماکے سے پھٹ گیا۔

دھماکے کے نتیجے میں حارث سے ذرا دور برف کا پچاس گز کا تودہ اپنی جگہ سے ہٹا اور پھسلنے لگا۔ حارث سحر زدہ معمولی کی طرح وہ منظر دیکھتا رہا۔ تودے کی رفتار تیز ہوگئی۔ پہلے اُس کی زد میں آگے بڑھتا ہوا جگدیش آیا اور اس کے بعد پائلٹ اور ہیلی کاپٹر کی باری تھی۔ چند ہی لمحوں میں صنوبر کے جھنڈ سمیت ہر چیز نابود ہو چکی تھی۔

حارث خاموشی سے منظر تبدیل ہوتے دیکھتا رہا۔ اُسے احساس ہوا کہ وہ اُن سے جیتنے کے باوجود ہار گیا تھا۔ اس درجہ حرارت میں اتنا خون ضائع ہونے کے باوجود یہ بات ناقابل یقین تھی کہ وہ ایک گھنٹا جھیل گیا تھا لیکن قریب ترین آبادی آدمی میل دور تھی اور اب وہ دو قدم بھی نہیں چل سکتا تھا۔ یوں بھی اب اُس کی پروا کسے تھی۔ پولیس کا کام سلوکم اور جگدیش کی موت کے ساتھ ہی مکمل ہو چکا تھا۔

یہ سوچتے سوچتے وہ ہوش سے بے ہوشی کی پرسکون وادی میں پھسل گیا۔



ہوش میں آتے ہی اُس نے جو آواز سنی وہ اُسے وہم معلوم ہوئی۔ ویسے بھی وہ پوری طرح ہوش میں نہیں تھا بلکہ وہ نیم بے ہوشی کی سی کیفیت تھی۔ اُس نے کوشش کر کے سر اٹھایا۔ اُس سے پچاس فٹ دور ایک بڈھا آدمی کھڑا تھا۔ وہ کسی کو پکار رہا تھا۔ ''ٹونی...... اے ٹونی...... بدتمیزی مت کرو، یہاں آؤ، تم بہت برے ہو۔ آؤ، ورنہ میں تمہیں جان سے مار دوں گا، گندے کہیں کے۔''

''بڈھے آدمی کی پشت حارث کی طرف تھی۔ حارث نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کی کہ بڈھا کس سے مخاطب ہے اور وہ دوست ہے یا دشمن پھر اُس نے بھونکنے کی آواز سنی، گویا بڈھا اپنے کتے سے باتیں کر رہا تھا۔ حارث نے اپنی توانائیاں مجتمع کیں اور کھڑے ہو کر بڈھے کو آواز دی۔ وہ آواز محض ایک بے معنی چیخ تھی۔ اُس کے ساتھ ہی ایک بار پھر ڈھیر ہوگیا۔

دوسری بار اُس کی آنکھ کھلی تو اُس کا لباس تبدیل تھا۔ کندھے کے زخم سے ٹیسیں اُٹھ رہی تھی۔ زبان پر دواؤں کا تلخ ذائقہ تھا۔ شاید اسی لیے تکلیف قابل برداشت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ بیڈ پر تھا۔ اُس نے سر گھما کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ پہلی نظر میں ہی اندازہ ہو گیا کہ وہ اس وقت ایبکلن کے مکان میں ہے۔ سامنے خلیج کا پانی نظر آرہا تھا۔ وقت کے بارے میں اس کا اندازہ تھا کہ دوپہر ہے۔ اُس کی کلائی پر بندھی گھڑی موجود نہیں تھی۔ کمرے میں کوئی کلاک بھی نہیں تھا۔

اُس کی معمولی سی نقل و حرکت پر فوری ردعمل ظاہر ہوا۔ کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک پولیس مین نے جھانکا۔ ''میں مسٹر فیلڈ مین کو بلاتا ہوں۔'' اس نے کہا اور ایک طرف چلا گیا۔ چند لمحے بعد فیلڈ مین کمرے میں داخل ہوا۔ ''اب کیا حال ہے؟'' اس نے حارث سے پوچھا۔

حارث خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ وہ سوال کم از کم فیلڈ مین کی زبان سے بے معنی معلوم ہو رہا تھا۔ ''وقت کیا ہوا ہے؟'' اُس نے پوچھا۔ اپنی آواز کی نقاہت پر اُسے خود بھی حیرت ہوئی۔

فیلڈ مین نے گھڑی دیکھی اور بولا۔ ''بارہ بج کر بیس منٹ۔ تم چوبیس گھنٹے سے بے ہوش ہو۔ آپریشن کر کے گولی نکالی جا چکی ہے۔ تم خوش قسمت ہو کہ زندہ ہو۔''

''لعنت ہو تم پر۔''

فیلڈ مین چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر قریب پڑی ہوئی کرسی گھسیٹ کر حارث کے قریب بیٹھ گیا۔ ''افسوس! تم منطقی آدمی نہیں ہو۔ اصولاً تمہیں جیل کے اسپتالوں میں ہونا چاہیے تھا لیکن میں نے اس کی مخالفت کی اور اب تم مجھے گالیاں دے رہے ہو۔ شاید اس لیے کہ تم صورتِ حال سے ناواقف ہو۔ تمہیں معلوم بھی ہے کہ کیا ہو رہا تھا۔''

حارث نے جواب نہ دیا۔ وہ فیلڈ مین کی بے پناہ خود اعتمادی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

''میں تمہیں بتاتا ہوں۔'' فیلڈ مین نے کہا۔ ''تم جگدیش کے لیے کام کر رہے تھے اور میرا تجربہ ہے کہ جگدیش جیسے لوگ انسانوں کو اشیاء کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ یہ سرمایہ دار ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اس میں ان کا قصور نہیں، اپنے مقام تک پہنچنے کے لیے انہیں اپنے حریفوں کو روندنا پڑتا ہے اور وہ اس کے عادی ہو جاتے ہیں۔ جگدیش کارپوریشن کے نزدیک تمہاری حیثیت ایک کم اخراجات والے تفتیشی پیس کی تھی۔ دوسری طرف جنرل انٹونیو سموزا کے پاس تمہارا نعم البدل مارکوس کی صورت میں موجود تھا۔ تمہیں نکاراگوا کے کمیونسٹوں کی توجہ اصل سرگرمیوں کی طرف سے ہٹانے کے سلسلے میں استعمال کیا گیا۔ ڈیل مکمل ہونے ہی تم لوگ بے مصرف ہو گئے۔''

حارث سوچ رہا تھا کہ شاید فیلڈ مین اُس تیسرے گروہ کا لیڈر ہو گا جس کا تذکرہ مارکوس نے کیا تھا...... کینیڈین پولیس کا لیڈر پھر اُس کی نظر فون کی طرف اُٹھ گئی۔ اُسے خیال آیا کہ یہ فون بگڈ ہے۔ اس پر ہونے والی گفتگو ٹورسٹ ہاؤس میں رین فیلڈ کے کمرے میں موجود کیسٹ ریکارڈر پر ریکارڈ ہو گی۔ ''سنو، مجھے پانی پلا دو پلیز۔'' اُس نے فیلڈ مین سے التجا کی۔

''ابھی لایا۔'' فیلڈ مین نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی حارث نے پہلو بدلا اور ٹیلی فون انسٹرومنٹ میز سے اُٹھا کر بیڈ کے نیچے پہنچا دیا۔ ایسا کرنے میں اس پر قیامت گزر گئی لیکن اب تک وہ قوت ارادی کے ناجائز استعمال کا عادی ہو چکا تھا پھر اُس نے ریسیور کریڈل سے اُٹھا کر ایک طرف رکھ دیا۔ اب اس کمرے میں ہونے والی بات رین فیلڈ کے کمرے میں ریکارڈ ہونا تھا۔

فیلڈ مین نے اُسے پانی دیا۔ وہ پانی پیتے ہوئے فیلڈ مین کو دیکھتا رہا، جسے بیڈ سائیڈ ٹیبل سے انسٹرومنٹ کے غائب ہونے کا احساس نہیں ہوا تھا

اُس نے حارث سے خالی گلاس لے کر بیڈ سائیڈ ٹیبل پر اُسی جگہ رکھ دیا، جہاں کچھ دیر پہلے ٹیلی فون رکھا تھا پھر وہ دوبارہ گویا ہوا۔ ''ہم عرصے سے جگدیش کی سفارتی سرگرمیوں پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ رین فیلڈ کی ایجنسی سے کام لینے پر ہمیں پتا چلا کہ جگدیش کو مارکوس

نامی ایک شخص کی تلاش ہے۔ چونکومت، رین فیلڈ ہمارا ساتھی تھا۔

''پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ جگدیش اُس تودے سے بچا...... یا نہیں؟''

نہیں اس کی لاش مل چکی ہے۔ خیر، تو میں کیا کہہ رہا تھا۔ امریکی آئین میں ایسی کوئی شق نہیں، جس کی رو سے ایک کمپنی کی امریکا سے کسی دوسرے ملک میں منتقلی ممنوع ہو لیکن میرے خیال میں ایک ان لکھا قانون موجود ہے۔ بزنس درحقیقت ہر جگہ حکومت کا...... دوسرے لفظوں میں ریاست کا اور عوام کا ہوتا ہے۔ چنانچہ تجارت سے حکومت کی علیحدگی کا تصور سراسر احمقانہ ہے۔ اس لحاظ سے ان احمق سرمایہ داروں کو اس حماقت کی اجازت نہیں دی جا سکتی تھی۔ وہ سسٹم سے غداری کر رہے تھے۔''

''جن لوگوں کے احکامات پر تم نے عمل کیا، وہ خوش ہیں...... نتائج سے مطمئن ہیں؟'' حارث نے پوچھا۔

فیلڈ مین چند لمحے اس کے سوال کو تولتا رہا پھر بولا۔ ''یہ یاد رکھو کہ میں نے یہ سب کچھ شروع نہیں کیا تھا۔ احمقوں کا ایک ٹولہ تھا، جو سمجھتا تھا کہ دو ہزار سال پر پھیلی ہوئی تاریخ و ثقافت کے حامل ملک کو خریدا جا سکتا ہے، کسی ٹیلی وژن کی طرح۔''

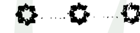
''لیکن یہ کام تو حکومتیں بھی کرتی رہی ہیں۔ پسماندہ ممالک میں کٹھ پتلی حکومتیں قائم کرنا اور ان کی مدد کرنا، یہ بھی تو وہی کام ہے۔''

''تم نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا میرے باس میری کارکردگی سے خوش ہیں۔'' فیلڈ مین نے جلدی سے موضوع بدلا۔'' میں نے اپنا فرض پورا کیا۔ ممکن ہے، تاریخ ثابت کرے کہ اُنہوں نے غلط آرڈر دیا اور میں غلط آرڈر پر عمل پیرا ہوا۔ عین ممکن ہے، آنے والے دنوں میں نکاراگوا پر کمیونسٹوں کی حکمرانی ہو۔ میرا خیال ہے، ہم نے سرمایہ داروں کو روک کر غلطی کی ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ دس سال کے اندر اندر براعظم امریکا میں جنگ ہو گی۔ ہمارے اور کمیونسٹوں کے درمیان۔ ہمارا آج کا عمل اُس وقت کے نتائج پر اثر انداز ہو گا۔ ہم نے نکاراگوا کو کمیونسٹوں کی طرف دھکیل دیا ہے۔

حارث کو بین الاقوامی سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو فیلڈ مین سے کام کی بات اُگلوانا چاہتا تھا۔ ''مجھے یہ بتاؤ کہ پولیس تماشا دیکھتی رہی جبکہ دو آدمیوں نے مجھے قتل کرنے

کی کوشش کی، کیوں؟''

''جواب تم جانتے ہو۔ ہمارے پاس جگدیش اور سلوکم کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا۔ البتہ تمہارے قتل کا ثبوت ہم عدالت میں پیش کر سکتے تھے ہمیں ثبوت کی فکر تھی۔'' فیلڈ مین نے کہا۔ ''میں تمہاری مدد کے لیے کچھ لوگوں کو بلواتا ہوں۔ ابھی تمہیں ہمارا ایک چھوٹا سا کام اور کرنا ہے۔''



دو آدمی حارث کو سہارا دے کر نیچے لائے۔ باہر دو کاریں کھڑی تھیں۔ فیلڈ مین چند سادہ لباس والوں کے ساتھ ایک کار میں بیٹھا تھا۔ حارث کو دوسری کار میں بٹھا دیا گیا۔ سفر شروع ہوگیا۔ آدھے گھنٹے کے اُس سفر کی سمت مغرب تھی۔ سینٹ اوریل سے دس میل دور گاڑیاں رُکیں۔ سامنے ہی ساحل تھا جہاں کچھ افراد موجود تھے۔ ایک پولیس فوٹو گرافر تصویریں کھینچنے میں مصروف تھا۔ اُن سب کی توجہ کا مرکز ربر کی ایک چھوٹی کشتی تھی، جسے وہ لوگ کنارے پر کھینچ لائے تھے، اُس میں دو افراد موجود تھے۔ فیلڈ مین کار سے اُترا اور اُس نے حارث کو اُترانے کا اشارہ کیا۔

دونوں پولیس والوں نے حارث کو سہارا دے کر اُتارا۔ ہوا بہت تند و سرد تھی۔ وہ پانچ منٹ میں کشتی تک پہنچے۔ ''انہیں شناخت کرو۔'' ایک پولیس مین نے کہا۔

کشتی پر برف کی ایک انچ سے زیادہ موٹی تہہ تھی۔ اُس میں موجود دونوں افراد کا بھی یہی حال تھا۔ وہ برف میں دفن ہوگئے تھے اور وہ مارکوس اور ایکلن تھے۔ اُن کے جسموں پر چڑھی ہوئی برف کی تہہ شفاف تھی۔ مارکوس کی پیشانی میں سوراخ تھا۔ اُسے شوٹ کیا گیا تھا جب کہ ایکلن کے جسم پر زخم کا کوئی نشان نہیں تھا۔ برف نے اُنہیں گرنے نہیں دیا تھا اور تنے ہوئے بیٹھے تھے۔

اس بار اُسے فیلڈ مین کی کار کی طرف لایا گیا۔ حارث کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ سرد ہوا ہڈیوں میں سرایت کرتی محسوس ہو رہی تھی۔ فیلڈ مین نے اُس کے کار میں بیٹھتے ہی پوچھا۔ ''مارکوس اور ایکلن ہیں نا؟''

حارث نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''ان کی موت کیسے واقع ہوئی؟'' اس نے پوچھا۔

''کشتی میں ایک واکی ٹاکی بھی تھا۔'' فیلڈ مین نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''پانچ میل دور ایک کار بھی ملی ہے، اس کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتا۔ اندازہ ہی لگا سکتا ہوں کہ مارکوس کو اُس کے آقاؤں نے ٹھکانے لگایا۔ جب کہ ایکلن سردی کی وجہ سے مرا۔'' وہ پھر ڈرائیور سے مخاطب ہوا۔ ''ایکلن کے مکان چلنا ہے۔''

کار میں پانچ منٹ خاموشی رہی پھر حارث نے پوچھا۔ ''تم تمام پارٹیوں سے واقف تھے تو شروع ہی میں اُنہیں کیوں نہ گرفتار کرلیا۔''

''بہتر نتائج کی خاطر مجھے انتظار کرنا پڑا۔''

''کیسے بہتر نتائج؟''

''دیکھ لو، ان سبھوں نے ایک دوسرے کو ختم کر دیا۔ اس سے بہتر انجام ممکن ہی نہیں تھا۔''

''اور ان کے بارے میں کیا کہو گے، جو بے قصور تھے۔'' حارث نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''مثلاً الزبتھ پیرٹ۔''

''بے قصور تھی وہ؟ وہ مارکوس کی ساتھی تھی، محبوبہ تھی۔''

''کبھی اُس سے ملے بھی ہو؟''

''نہیں۔''

''اور تم نے اُسے قتل ہو جانے دیا؟''

''میں پھر دُہراؤں گا کہ وہ مارکوس کی محبوبہ تھی۔''

''میں تمہارا یہ جرم کبھی معاف نہیں کروں گا۔''

فیلڈ مین نے زوردار قہقہہ لگایا۔ ''اوہ، تو تم مجھے مجرم ٹھہرا رہے ہو، جبکہ میں نے تم پر کوئی الزام نہیں لگایا۔ تمہیں ہر جرم سے بری سمجھا۔ حالانکہ تم ملوث تھے۔ صرف اسی لیے کہ تم گمنام اور غیر اہم ہو۔ تمہاری کوئی حیثیت نہیں۔ بس تم مارکوس کو شناخت کر سکتے تھے۔ تم سلوکم اور جگدیش کے خلاف ثبوت مہیا کر سکتے تھے، سمجھے؟''



5 اپریل 76ء کو سبھاش گپتا نے ٹی ڈبلیو اے کا بوئنگ 707 سو گھنٹے کے لیے چارٹر

کیا۔ جہاز کو پہلے میکسیکو سے فیول لینا تھا اور پھر پانچ ملکوں پر پرواز کر کے ماناگوا پہنچنا تھا۔ اُس میں عملے کے سات افراد، سہاش اور اُس کے ساتھیوں کے نو نمائندوں اور نکاراگوا کے وزیرِ خزانہ اور اُس کے نو ساتھیوں کے سوا کوئی نہیں تھا۔ اس فلائٹ کے دوران معاہدے پر دستخط ہونا تھے۔ ان تمام افراد کے لیے کھانے کا انتظام کیٹرنگ کمپنی نے کیا تھا۔

کیٹرنگ کمپنی کے اسٹاف کی تعداد 112 تھی۔ بیشتر عملہ فریزنگ اور پیکنگ کے شعبے سے متعلق تھا۔ سہاش کی فلائٹ سے ایک ہفتہ پہلے فریزر روم کے کنٹرول سپروائزر نے کیٹرنگ منیجر کو فون کر کے بتایا تھا کہ وہ بیمار ہے اور ایک ہفتہ کام پر نہیں آسکے گا۔ تاہم اُس کا سالا آیا ہوا ہے اور وہ اس کام کا ماہر ہے، اگر منیجر مناسب سمجھے تو اس سے کام لے لے۔

سپروائزر کا سالا بہت ذہین آدمی ثابت ہوا۔ اُس نے بہت جلدی کام پر قابو پالیا۔ منیجر نے مطمئن ہو کر اُسے رکھ لیا۔ نیا آدمی بے حد کم گو اور کم آمیز تھا۔ اُس نے اپنا نام جوزف بتایا تھا جو کہ درست نہیں تھا۔ وہ فریزنگ روم کے کنٹرول سپروائزر کا سالا بھی نہیں تھا۔ زندگی کے 42 سال میں سے 25 سال اُس نے نقب زنی کی بدولت خوشحالی میں گزارے تھے۔ وہ اپنے کام میں اتنا کامیاب تھا کہ ایف بی آئی بھی کئی بار اُس سے کام لے چکی تھی۔ 5 اپریل کی صبح کام پر آنے سے پہلے ہی اُسے علم تھا کہ اُسے ایک پرواز کے سلسلے میں کچھ افراد کے لیے کھانا تیار کرنا ہے۔

وکیلوں نے معاہدے پر دستخط کے لیے حیرت انگیز اسکیم تیار کی تھی۔ معاہدے پر دستخط پانچ ملکوں کی فضا میں پرواز کے دوران ہونا تھے۔ گویا اُن لوگوں پر کہیں مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا تھا۔ کوئی ایک ملک بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا تھا کہ معاہدے پر دستخط اُس کی حدود میں ہوئے تھے۔

جوزف کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کس کے لیے کام کر رہا ہے پہلی بار فون پر بات ہوئی تھی۔ اُس کے بعد دو ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ جوزف کا خیال تھا کہ وہ ایف بی آئی کے لوگ ہیں۔ تاہم وہ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ دوسری ملاقات کے وقت اُسے ایک ہائپوڈرمک سرنج دی گئی تھی۔ کنٹرول سپروائزر کو وہ پہلے ہی توڑ چکے تھے۔ معاوضہ جوزف کو بھی بہت اچھا ملا تھا۔ اُسے ایک مخصوص ڈش میں سرنج کا محلول شامل کرنا تھا اور یہ کوئی بڑا کام نہیں تھا۔



البرٹ اُس وقت اپنے بورڈ روم میں تھا۔ میٹنگ میں چار افراد اور شریک تھے۔ مانکوس نامی یونانی، اوناسس کی نمائندگی کر رہا تھا۔ ڈین اور جارج بہ نفسِ نفیس موجود تھے۔ چوتھا ہاورڈ ہیوز کا نمائندہ ولیم تھا۔ میٹنگ نکاراگوا کے سودے کے سلسلے میں ہو رہی تھی۔

البرٹ نے سامنے رکھے ہوئے کاغذات پر نظر ڈالی اور بات شروع کی۔

''حضرات! اب سے چند گھنٹے بعد معاہدے پر دستخط ہو جائیں گے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس انداز میں بات کروں۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ مجھے کالی بھیڑ قرار دیں۔ سہاش گپتا کو آپ میں سے کچھ لوگ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ مجھے یہ ڈیل پسند ہے لیکن اس کا ایک حصہ ایسا ہے، جسے میں ناپسند کرتا ہوں۔''

جارج نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔''میرے خیال میں ان باتوں کا وقت نکل چکا ہے۔ ویسے بھی ہم نے اس سلسلے میں سہاش اور جگدیش کو مکمل اختیارات تفویض کیے ہیں۔''

''ایسی بات نہیں ہے، بات کسی بھی وقت کی جاسکتی ہے۔'' البرٹ نے کہا۔''سہاش نے اثاثوں اور صنعتوں کی منتقلی کے لیے ایک سال کی شرط عائد کی ہے اور میں ایک سال انتظار نہیں کرنا چاہتا۔''

''میں تم سے متفق ہوں۔'' ڈین نے کہا۔''لیکن میرا خیال ہے کہ سہاش کا فیصلہ مناسب ہے۔''

''اور میری چھٹی حس بتاتی ہے کہ وہ غلطی پر ہے۔ جنرل انٹونیو کو ایک ارب ڈالر دے دو، مجھے یقین ہے کہ چھ ماہ بعد وہ مزید رقم طلب کرے گا۔ ملک میں ہنگامے کروادے گا۔ ہماری سرمایہ کاری خطرے میں پڑ جائے گی۔''

''لیکن مجھے یقین ہے کہ پچاس دن کے اندر ملک پر ہمارا کنٹرول ہوگا۔'' ولیم نے کہا۔ البرٹ جانتا تھا کہ ہاورڈ ہیوز سہاش کی ذہانت اور قوت فیصلہ پر کتنا اعتماد کرتا ہے۔ ولیم ہاورڈ ہیوز کی نمائندگی کر رہا تھا۔''اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے۔ ویسے بھی اب کیا ہوسکتا ہے۔ سہاش آج معاہدے پر دستخط کر دے گا۔'' ولیم نے مزید کہا۔

''میں ایک بات اور بتادوں۔'' البرٹ نے تیز لہجے میں کہا۔''مجھے سہاش اور

جگدیش کی حکمرانی پسند نہیں۔ میں ایک سال انتظار نہیں کرسکتا۔ اس معاملے میں بورڈ کی صدارت کا چکر نہیں چلنا چاہیے۔ ہم گیارہ پارٹنرز ہیں...... مساوی۔ ہمارے درمیان جمہوریت چلنی چاہیے۔ میں اس جہاز پر سہاش گپتا سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ سوال صرف یہ ہے کہ کیا میں صرف اپنی طرف سے بات کروں یا مجھے آپ لوگوں کی نمائندگی کا حق بھی حاصل ہے۔ یہ ایک نفسیاتی لمحہ ہے۔ سہاش معاہدے پر دستخط کرنے والا ہے۔ اُسے میری بات ماننا ہوگی۔ وہ اس مرحلے پر سودا ختم نہیں کرنا چاہیے گا۔ وہ مجبور ہوگا۔

دیگر چاروں افراد سوچتے رہے۔

''ہمیں سہاش کو احساس دلا دینا چاہیے کہ وہی سب کچھ نہیں ہے۔ ہم بھی ہیں۔ ہمارے اشتراک کے بغیر وہ کچھ بھی نہیں کرسکتا۔''

وہ چاروں بہ دستور سوچ رہے تھے۔ اُن کی طرف سے اب تک اقرار تھا نہ انکار۔

اچانک فون کی گھنٹی بجی۔ البرٹ نے دانت پیستے ہوئے ریسیور اُٹھایا اور ماؤتھ پیس میں چیخ کر کہا۔''میں نے کہا تھا کوئی کال ریسیو نہیں کروں گا۔'' پھر وہ چند لمحے سنتا رہا۔''ٹھیک ہے، میں آ رہا ہوں، یہ کہہ کر اُس نے ریسیور رکھا اور بورڈ روم سے نکل گیا۔ دو منٹ بعد وہ واپس آیا تو دہلا ہوا تھا۔ نگاہوں سے بے یقینی جھلک رہی تھی۔ اُس نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔''حضرات! ایک ناقابل یقین خبر ہے...... سہاش گپتا مر گیا ہے۔''

کار ایکلسن کے مکان کے صدر دروازے کے سامنے رُک گئی۔ حارث نے کندھے کی تکلیف کو ضبط کرتے ہوئے پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے فیلڈ مین کو دیکھا۔ اُس کا اندازہ تھا کہ فیلڈ مین اسی کے بارے میں سوچ رہا ہے پھر فیلڈ مین اُترا اور مکان کے اندر چلا گیا۔ ایک منٹ بعد وہ واپس آیا تو اُس کے ہاتھ میں حارث کو ریوالور اور پاسپورٹ تھا۔ اُس نے دونوں چیزیں حارث کی طرف بڑھا دیں''ریوالور خالی ہے۔ میرا خیال ہے، تم اسے پوری طرح استعمال کر چکے ہو۔'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔''اگر تم نے کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو ہمیں خود سے دور نہیں پاؤ گے۔ سب بھول جاؤ اور زبان بند رکھو۔''

''اور تم...... تم کچھ نہیں دو گے، میں تمہارے کام آیا ہوں۔''

''تم خوش قسمت ہو کہ زندہ ہو۔''

''خیر، ایک سوال کا جواب دو۔ نکاراگوا کا جہاز حملہ کیے بغیر کیوں چلا گیا؟ تم نے کہا تھا کہ وہ حملہ کرنے کی غرض سے آیا ہے۔

فیلڈ مین چند لمحے سوچتا رہا پھر اُس نے جیب سے نیویارک ٹائمز کا پہلا صفحہ نکال کر حارث کی طرف بڑھا دیا۔ جو تہ کیا ہوا تھا''یہ کل کا اخبار ہے۔''

حارث نے صفحہ کھول کر اُس کا جائزہ لیا۔ اُس کے کام کی ایک ہی خبر تھی...... دہلا دینے والی خبر۔ فلائٹ کے دوران مشہور سرمایہ دار سہاش گپتا پراسرار موت...... موت کا سبب معلوم نہیں ہو سکا۔

''سہاش گپتا کے ساتھ ہی سب کچھ ختم ہوگیا تھا، اس لیے جہاز واپس چلا گیا۔''

''سہاش گپتا کی موت سے تمہارا کوئی تعلق ہے؟'' حارث نے پوچھا۔

''یہ کیا بکواس ہے۔'' فیلڈ مین نے غصے سے کہا پھر وہ ڈرائیور سے مخاطب ہوگیا۔''یہ جہاں جانا چاہیے، اسے ڈراپ کر دو لیکن ائیرپورٹ جائے تو بہتر ہے۔'' وہ کہہ کر وہ پلٹ گیا۔

''میں نیویارک جا رہا ہوں، اخبار والوں سے بات کروں گا۔ میں نے ابھی کو کچھ کہا، اُسے بکواس نہیں سمجھنا، میں تمہارے خلاف وکیل بھی کروں گا۔''

فیلڈ مین نے پلٹ کر اُسے دیکھا اور بغیر کچھ کہے مکان میں داخل ہوگیا۔ ڈرائیور نے گاڑی ریورس کی اور باہر نکال لی۔ حارث نے ریوالور اور پاسپورٹ پارکا کی جیب میں رکھا اور ڈرائیور کو مسز ڈالنز ٹورسٹ ہاؤس چلنے کی ہدایت دی۔''وہاں سے مجھے سامان لینا ہے پھر میں ٹیکسی میں ائیرپورٹ چلا جاؤں گا۔'' اُس نے وضاحت کی۔ ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

حارث کے لیے سیڑھیاں چڑھنا دوبھر ہوگیا درد اور کمزوری نے مل کر اُسے نڈھال کر دیا۔ کمرے میں پہنچ کر پانچ منٹ اُسے آرام کرنا پڑا پھر وہ اُٹھا اور اُس نے ٹیپ ریکارڈ چیک کیا۔ فیلڈ مین کی آواز اور الفاظ واضح تھے۔ اُس نے کیسٹ نکالا اور جیب میں رکھ لیا۔ فیلڈ مین، الزبتھ کے قتل کا ذمے دار تھا۔ وہ اس کے عوض اُسے تباہ کر دینا چاہتا تھا اور اس کے لیے وہ کیسٹ بہت کافی تھا۔

پھر اُس نے بیورو کی دراز کھولی۔ رین فیلڈ کے کپڑوں کے نیچے کارتوسوں کا بکس اب بھی موجود تھا۔ اُس نے ریوالور لوڈ کیا اور اپنا بریف کیس اُٹھا کر کمرے سے نکل آیا۔ ٹورسٹ ہاؤس کے عقب میں اُس کی پنٹو کار موجود تھی۔ اُس نے ریوالور برابر والی سیٹ پر رکھا اور کار اسٹاٹ کردی۔ کار کا رُخ سینٹ جان ائیر پورٹ کی طرف تھا۔

اُس کی کار جیسے ہی کارنر پر مڑی، عنابی کار میں بیٹھے ہوئے آدمی نے انجن اسٹارٹ کیا۔ اس کی برابر والی سیٹ پر بھی ریوالو رکھا تھا لیکن وہ اخبار ڈھکا ہوا تھا۔ اُس شخص نے زیر لب مسکراتے ہوئے کار آگے بڑھادی۔ وہ حارث کا تعاقب کر رہا تھا......

